"إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مُؤْنَةً"

"سب سے برکت والا نکاح وہ ہے جس میں کم خرچ کیا جائے" (مسند احمد)

اَنْوَارُ الصِّحَاحِ فِی فَضَائِلِ النِّکَاحِ

معروف بہ

نِکاح

ایک پاکیزہ رشتہ اور اس کی تباہ کن رسومات

تالیف

مفتی محمد نور اشرفی

ناشر

Ahle Sunnat
RESEARCH CENTRE
اہل سنت ریسرچ سینٹر

Affiliated with:
AS SYED MAHMOOD ASHRAF
DARUL TEHQEEQ WA AL TASNEEF
السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف

نام کتاب:	اَنْوَارُالصِّحَاحِ فِی فَضَائِلِ النِّکَاحِ
معروف:	نکاح ایک پاکیزہ رِشتہ
مصنف:	محمد انور اشرفی استاذ جامع اشرف
نظر ثانی:	مولانا ارشد جمال اشرفی و مولانا سیّد قمر عالم اشرفی جامعی
سنِ اِشاعت:	بموقع عرسِ مخدومی، 15 اگست 2023ء
تعداد:	500
صفحات:	**160**
قیمت:	**175**
ناشر:	اہلِ سنت ریسرچ سینٹر ممبئی

﴿ملنے کے پتے﴾

- السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف جامع اشرف 9572683333
- اہل سنت ریسرچ سینٹر جوگیشوری ممبئی 9987517752
- اہل سنت ریسرچ سینٹر ناسک سٹی 9623766618
- اہل سنت ریسرچ سینٹر شاخ مالیگاؤں 9890345463
- اہل سنت ریسرچ سینٹر شاخ پونے 9890986728
- الاشرف اکیڈمی دہلی 9891105516
- مکتبہ فیضان اشرف خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں

مشمولات

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہلِ سنت ریسرچ سینٹر(ARC)ممبئ ملحقہ السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف جامع اشرف کچھوچھہ شریف کے زیر اِہتمام ہر سال اہلِ سنت و جماعت کے عقائد و مسائل اور معمولات سے متعلق حالاتِ زمانہ کی رِعایت کرتے ہوئے مؤثر و جدید انداز میں مفید و معلوماتی کتابیں، اردو، ہندی، انگریزی زبانوں میں شائع کی جاتی ہیں۔

ساتھ ہی سینٹر سوشل میڈیا کے پلیٹ فارم کو بھی اِستعمال کر رہا ہے اور طریقِ تبلیغ و اِشاعت میں عصری منہج پر گامزن ہے۔

کرنٹ ایشوز پہ ورک شاپ، علما کے بیانات، مذاکرات، عام مردوں اور عورتوں کی تعلیم کے لیے الگ الگ مجالسِ وعظ و دُروس کا اِہتمام، اِسکول میں پڑھنے والے طلبہ اور مختلف کاروبار میں مصروف نوجوانوں کے لیے حفظِ احادیث کا کورس، اور دیگر دینی تعلیمی وفلاحی کام بانیِ سینٹر حضور قائدِ ملت مولانا سید شاہ محمود اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین سرکار کلاں آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف کی محکم سرپرستی میں انجام دیے جا رہے ہیں۔

اِس کے علاوہ سینٹر کی جانب سے اِنعامی مسابقہ ومقابلہ کا بھی اِنعقاد کیا جاتا ہے۔ جس میں اوّل، دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کے درمیان قیمتی اِنعامات تقسیم کیے جاتے ہیں۔اور بعض طلبہ کو عمرہ کا ٹکٹ بھی دیا گیا ہے۔

سینٹر نے پچھلے چند سالوں میں عقائدِ اہل سنت پر متعدد تحقیقی کتابیں شائع کی ہیں مثال میں ترکِ رفعِ یدین، نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، آمین بالسر، تشہد میں انگلی ہلانا، ننگے سر نماز پڑھنا کیسا؟ دِفاعِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہا کتابوں کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

سالِ ہذا بھی سینٹر کی جانب سے عوام وخواص کے لیے ایک مفید ومعلوماتی کتاب بنام ''**نکاح ایک پاکیزہ رشتہ**'' شائع کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے۔

الحمد للہ! مفتی انور اشرفی جامعی ریسرچ اسکالر اہلِ سنت ریسرچ سینٹر ملحقہ السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف نے اِس کتاب میں نکاح سے متعلق اہم اور ضروری مسائل مثلاً: نکاح کے فضائل، میاں بیوی کے حقوق، مہر، ولیمہ، جہیز، شادی ونکاح کی غلط رُسومات اور نکاح کے بعض جدید مسائل کو دلائل وبراہین سے مزین کر کے پیش کیا ہے۔

دُعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ موصوف کو دارین میں اِس نیک عمل کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

اخیر میں قارئین کرام سے گزارش ہے کہ سینٹر کی خدمات کو آگے بڑھانے میں حسبِ حال ہمارا تعاون فرمائیں اور اپنے مفید نیک مشوروں سے نوازیں۔

اراکینِ اہلِ سنت ریسرچ سینٹر

ممبئی وشاخ پونہ، مالے گاؤں، ناسک مہاراشٹرا

10 محرم الحرام 1445ھ 29- جولائی 2023ء سنیچر

کلماتِ ہدایت

سفیرِ امن ومحبت مبلغِ اِسلام قائدِ ملت مولانا سیّد محمود اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم ،وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین،

أما بعد!

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا، اُن سے حضرت حوّا رضی اللہ عنہا کی تخلیق کی اور پھر نسلِ اِنسانی کی تعمیر وبقا کے لیے نکاح کی سنت کو جاری فرمایا۔

نکاح گویا خاندان کی خشتِ اوّل یعنی پہلی اینٹ ہے۔ اِس پہلی اینٹ کو رکھنے میں اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشادات وہدایات کو جس قدر بروئے کار لایا جائے گا اور اللہ اور اُس کے رسول کے احکام کی جس قدر پیروی کی جائے گی، اُس نکاح کے ذریعہ جو خاندان اور جو معاشرہ برپا ہوگا، وہ اُتنا ہی مستحکم ومضبوط، پاکیز وصاف ستھرا اور بابرکت و نتیجہ خیز ہوگا۔

موجودہ حالات میں نکاح کے سلسلے میں جو بات دل کو سب سے زِیادہ تڑپا دینے اور قلب وجگر کو بہت بے چین کرنے والی ہے، وہ ہماری بیٹوں اور بیٹیوں کا غلط راہ پر چل پڑنا ہے حالاں کہ اِس قسم کے نکاحوں کے جو برے نتائج ہیں، وہ اُن کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اِس لیے میری بیٹیو اور بیٹو! خدارا نکاح وشادی کے سلسلے میں شرعی حدود کو پامال نہ کرو،اور شریعت کے تانے بانے مت بکھیرو،تم اپنے عمل اور اپنے قول وفعل کے ذریعہ شریعت کی بنیادوں کو مضبوط کرو اور اپنے کردار سے یہ ثابت کرو کہ ہم اِس اُمت کے بیٹے اور بیٹیاں ہیں جن کی نظر میں ہر چیز پر اور سب پر مقدم ایمان وعقیدہ اور اِسلامی اَقدار

ورِوایات اور پیارے مصطفیٰ ﷺ کا لایا ہوا دین وشریعت ہے اگر تم ایسا کروگے تو یقین مانو اِس دنیا میں خود کو تباہ ہونے سے بچالوگے اور اِن شاء اللہ تعالیٰ کل آخرت میں بھی سرخرو رہوگے۔

زیرِنظر کتاب نکاح کے موضوع اور شادی بیاہ کے آداب اور غلط رسم ورِواج پر ایک اچھی کاوِش ہے۔ جسے اہلِ سنت ریسرچ سینٹر (ARC) نے عرسِ مخدومی کے موقع پر منظر عام پر لانے کا اِرادہ کیا ہے۔ اللہ رب العزت اہلِ سنت ریسرچ سینٹر کی اِس خدمت کو قبول کرے۔ اِسے روز افزوں اور مزید مضبوط ومستحکم کرے۔ اور مرتبِ کتاب اور اِس کی اِشاعت میں دامے، درمے، سخنے، قدمے تعاون کرنے والے سب کو بہترین صلہ عطا فرمائے اور کتابِ ہٰذا کی اِفادیت کو عام وتام فرمائے۔

آمین یارب العالمین، بحرمۃ النبی علیہ وعلیٰ آلہ الصلاۃ والتسلیم۔

فقط دعاگو

فقیر اشرفی وگدائے جیلانی

سید محمود اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانۂ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف

13/محرم الحرام 1445ھ۔ 1/اگست 2023ء

کلماتِ جلیلہ

حضرت مولانا مفتی عبدالخالق اشرفی زید مجدہٗ صدر مدرس جامع اشرف کچھوچھہ شریف

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم و الہ و اصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحم

رب تبارک وتعالیٰ کا فرمانِ عالی شان ہے: ''**اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ**.''

''بے شک اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین اِسلام ہی ہے۔'' (آل عمران: آیت ۱۹)

کیوں نہ ہو، اِسلام لوگوں کے چند اختراعی رُسوم کا نام نہیں۔ یہ خود خالقِ ارض وسما کا عطا کردہ دین ہے جو فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے۔ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد اِسلام نے اُن کے تمام شعبوں کو بدرجۂ اتم واکمل واضح طور پر بیان فرمایا دیا ہے۔

نکاح کا تصور ہر قوم، سماج اور ہر دھرم میں ہے لیکن اِسلام نے اُس کا جو پاکیزہ طریقہ دیا اور حقوقِ زوجین کو اِعتدال وتوازُن کے ساتھ تفصیلاً بیان فرمایا اُس کا عشرِ عشیر بھی دوسروں کے یہاں نہیں ملتا۔

زیرِ نظر رِسالہ ''**نکاح ایک پاکیزہ رِشتہ**'' جس کے مؤلف ومرتب عزیز القدر فاضلِ جلیل مفتی انور اشرفی جامعی بریلوی اُستاذ جامع اشرف ہیں، جس میں اُنھوں نے نکاح کے فضائل وفوائد، اغراض ومقاصد، حقوقِ زوجین، نکاح میں در آئے غلط رُسومات اور اُن کے مضر اثرات کو عام فہم زبان میں نہایت عمدگی کے ساتھ سپردِ قلم کیا ہے۔

اِس دورِ پرفتن میں اِس قسم کے رِسالوں کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے تاکہ ہر مرد وزن اِن کا مطالعہ کریں اور اپنی اِزدِواجی زِندگی کو خوش گوار بنائیں اور حقوقِ زوجین سے عدمِ واقفیت کی بنا پر بے اعتدالی، بے ضابطگی، بدظنی وغلط فہمی کا جو طوفان خانہ خراب اٹھ کھڑا ہے اُس کا سدِّ باب ہو سکے۔

مولیٰ تعالیٰ اِس رِسالہ کو نافعِ انام بنائے اور مولف موصوف کو جزائے جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سیِّد المرسلین ﷺ

عبدالخالق اشرفی راج محلی جامع اشرف

14 محرم 1445ھ۔ 2 اگست 2023ء

کلماتِ عالیہ

حضرت مولانا **ارشد جمال اشرفی** دام فیضہ

اُستاذ جامع اشرف کچھوچھہ شریف امبیڈکر نگر یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زیرِ نظر کتاب ''نکاح ایک پاکیزہ رِشتہ'' اپنے عنوان پر اِنتہائی دلچسپ اور معلوماتی تحریر ہے۔ کتاب کا مواد اور اُس کا ماخذ دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے بڑے ہی ذوق و شوق، محنت اور لگن سے اِس کتاب کو تیار کیا ہے۔

مفتی محمد انور اشرفی جامعی ایک نوجوان عالم دین ہیں اور فی الحال ہندوستان کے معروف علمی اِدارہ جامع اشرف، کچھوچھہ شریف میں تدریسی خدمات پر مامور ہیں۔ ماہنامہ ''جامع اشرف''میں اُن کے علمی اور دینی مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ پہلی بار کتابی صورت میں اُن کی تحریر دیکھنے کا موقع مل رہا ہے۔ ماشاءاللہ خوب ہے۔ اُن کی یہ کاوش نئی نسل کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اُمید ہے کہ یہ تحریری سلسلہ مستقبل میں جاری رہے گا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس کتاب کو نفع بخش بنائے۔ آمین

ارشد جمال اشرفی

8/محرم 1445ھ۔ 27 جولائی 2023 جمعرات

کلماتِ چند

حضرت مولانا مفتی **سید قمر عالم اشرفی** زید مجدہٗ استاذ جامع اشرف کچھوچھا شریف

''نکاح ایک پاکیزہ رشتہ'' کتاب ہذا کے مولف ومرتب مولانا انور اشرفی جامعی ہیں جو جامع اشرف درگاہ کچھوچھا شریف کے ہونہار فارغین ومتخرجین میں سے ہیں، اُنھوں نے ابتدائیہ تا تخصص فی الفقہ سارے کورسیز یہی مکمل کیے اور ہر جماعت میں اچھے نمبرات سے کامیابی حاصل کی اور 2013ء میں دستارِفضیلت اور 2015ء میں سندِ افتا حاصل کیا۔

فراغت کے بعد سے آپ اِسی جامع اشرف میں تدریسی خدمات پر مامور ہیں۔ علاوہ ازیں اُنھوں نے جامع اشرف کے شعبۂ تحقیق وتصنیف السیّد محمود اشرف دار التحقیق و التصنیف میں استاذنا المکرّم حضرت علامہ الحاج مفتی محمد رضاء الحق صاحب قبلہ اشرفی مدظلہ العالی سابق شیخ الحدیث وخلیفہ حضور سرکارکلاں علیہ رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِتربیت کئی سالوں سے اِس شعبہ میں کام کرنے کا تجربہ بھی حاصل کیا ہے۔

موصوف اہلِ سنت ریسرچ سینٹر ممبئی (ARC) کے محرک وسرگرم ٹیم میں بھی شامل ہیں۔اور تحقیق ومطالعہ سے کافی دلچسپی رکھتے ہیں۔

زیرِنظر کتاب کا معائنہ اُس وقت ہوا جب یہ کتاب اپنے اِشاعتی مرحلے کے بالکل قریب تھی اِس لیے بالاستیعاب اور بہ امعانِ نظر نہیں تاہم سرسری مطالعے سے اندازہ ہوا کہ یہ کتاب اِن شاء اللہ نکاح کے موضوع پر ایک مفید ومعلوماتی کتاب ثابت ہوگی، اِس کتاب میں نکاح کے ضروری احکام وآداب معاشرت اور شادی بیاہ سے متعلق بہت سے جدید مسائل، مثلاً خاندانی منصوبہ بندی، اور کفو کی شرعی حیثیت پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مرتب کتاب کی اِس سعی کو قبول فرمائے اور اِس کتاب کو مفیدِ عام وخاص کرے اور اہلِ سنت ریسرچ سینٹر کی جڑوں کو مضبوط کرے تاکہ اس کا یہ اِشاعتی سلسلہ قائم ودائم رہے۔

فقط

محمد قمر عالم اشرفی جامعی

۱۵ محرم الحرام ۱۴۴۵ھ - ۱۲ اگست ۲۰۲۳ء

عرضِ مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نکاح اِنسانوں کی ایک اہم ترین ضرورت ہے، یہ دو خاندانوں کے پروان چڑھنے اور اِنسانیت کی بقا اور توالد وتناسل کا ذریعہ ہے، اِسی لیے سابقہ تمام شریعتوں میں نکاح مشروع رہا اور رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف یہ کہ نکاح فرمایا بلکہ اُسے اپنی ایک عظیم سنت قرار دیا اور اپنی اُمت کو اِس جانب متوجہ فرمایا کہ وہ نکاح کو آسان سے آسان بنائے۔ لہٰذا شرعی اور اِسلامی نقطۂ نظر سے صرف دو گواہوں کی موجودگی میں عاقل وبالغ کا ایجاب وقبول اُنھیں ہمیشہ کے لیے اِزدِواجی بندھن میں باندھ کر آپس میں ایک دوسرے کی ذات کو حلال وطیب بنا دیتا ہے۔

لیکن موجودہ دور میں شادیوں کی بگڑتی ہوئی صورتِ حال نے ہزاروں لڑکیوں کے والدین کو متفکر ہی نہیں بلکہ مضطرب کر کے رکھ دیا ہے۔ اِس وقت مسلم معاشرہ جہیز، گھوڑے جوڑے اور رسم ورِواج کی لعنت میں گرفتار ہے۔ بے جا خوشیوں کے نام پر نکاح میں بے شمار جاہلانہ رُسوم اور فضول خرچیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ جہیز کی بڑھتی مانگوں نے غریب والدین کو اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے۔ اور یہ مسلم معاشرہ کے لیے ناسور بن گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر مسلمانوں کی امیری دیکھنی ہو تو اُن کی شادیاں دیکھ لو۔

اِس لیے ناچیز نے محسوس کیا کہ نکاح سے متعلق ایک کتاب ترتیب دی جائے، حالاں کہ اِس سے پہلے بھی نکاح پر بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں جن کی اِفادیت اپنی جگہ مسلم ہے۔

اِس کتاب میں نکاح کے احکام، فضائل ومسائل، حقوقِ زوجین، کفو کی حقیقت، محارم وغیر محارم، مہر، ولیمہ، جہیز کی حقیقت اور نکاح کی غلط رُسومات وغیرہا کو قرآن واحادیث اور اقوالِ سلف کی روشنی میں بیان کرنے کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے۔ نیز اِس کتاب میں نکاح کے بعض جدید مسائل مثلاً: آن لائن نکاح، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، خاندانی منصوبہ

بندی، مانع حمل ادویہ کے اِستعمال پر بھی تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔جس میں ہم عصر علمائے کرام کی تحقیق کو بھی پیش کیا گیا ہے۔

اِس موقع پر بے حد شکر گزار ہوں قائدِ ملت،سفیر امن ومحبت، محمود المشائخ،حضرت علامہ،مولانا ابوالمختار سیّد محمود اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کا جن کے زیرسایہ مجھے (ARC) کے بینر تلے تحقیق وتصنیف کے میدان میں خامہ فرسائی کا موقع ملا۔اوراپنے تمام اساتذۂ کرام کا شکر گزار ہوں جن کی کاوشوں سے میں اِس مقام تک پہنچا۔اور میں ممنون ہوں حضرت مولانا ارشد جمال صاحب قبلہ اشرفی اورمولانا سید قمر عالم صاحب قبلہ اشرفی جامعی کا جنھوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر کتاب پر نظر ثانی فرمائی اور اِسے لائقِ اِشاعت وطباعت بنایا۔اوراخیر میں اپنے والدینِ کریمین کا جتنا شکریہ ادا کروں کم ہے، وہ رات ودن محنت کر کے اپنا آرام چھوڑ کر میری تعلیم کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔اوردورانِ تعلیم مجھے کبھی کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔

مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ناچیز کی اِس ادنیٰ سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

اِس کتاب کو میرے والدینِ کریمین اور میری مرحومہ نانی جان کے لیے صدقۂ جاریہ اورعوام وخواص کے لیے نفع بخش بنائے۔

محمد انور اشرفی جامعی

خادمِ تدریس جامع اشرف کچھوچھہ شریف امبیڈکرنگر یوپی (الہند)

15 محرم الحرام 1445ھ۔3 اگست 2023ء جمعرات

بسم الله الرحمن الرحيم

نکاح کا لغوی معنٰی:

نکاح کا لغوی معنٰی ''جمع کرنا'' اور ''ضم'' یعنی ملنا، ملانا ہے۔اور عقد و وطی پر بھی اِس کا اِطلاق ہوتا ہے۔

اِمامِ نووی رحمۃ اللہ علیہ ''شرح النووی'' میں لکھتے ہیں:

''هُوَفِي اللُّغَةِ الضَّمُّ وَيُطْلَقُ عَلَى الْعَقْدِ وَعَلَى الْوَطْءِ.''

ترجمہ:

''نکاح ضم (ملانے) کو کہتے ہیں اور یہ عقد و وطی کے معنٰی میں بھی بولا جاتا ہے۔''

(شرح النووی علی مسلم:۹/۱۷۱)

مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نکاح کا لغوی معنٰی ملنا ہے، چوں کہ نکاح کے ذریعہ دو اِنسان یعنی شوہر بیوی مل کر زِندگی گزارتے ہیں اِس لیے نکاح کو نکاح کہتے ہیں۔

نکاح کی تعریف:

شریعت میں نکاح اُس عقد کو کہتے ہیں جو مقرر کیا گیا تا کہ مرد کے لیے عورت سے جماع اور وطی وغیرہ حلال ہو جائے، یعنی وہ اُس کے مِلکِ بُضعہ کا مالک ہو جائے۔

اِسی معنٰی کو علامہ کاسانی ''بدائع الصنائع'' میں لکھتے ہیں:

''وَمِنْهَا مِلْكُ الْمُتْعَةِ،وَهُوَاِخْتِصَاصُ الزَّوْجِ بِمَنَافِعِ بُضْعِهَا وَسَائِرِ أَعْضَائِهَااسْتِمْتَاعًاأَوْمِلْكُ الذَّاتِ وَالنَّفْسِ فِي حَقِّ التَّمَتُّعِ.''

ترجمہ:

''اور اُسی سے ملکِ متعہ ہے اور وہ شوہر کا عورت کے ملکِ بُضعہ اور تمام اعضا سے فائدہ حاصل کرنا یا فائدہ حاصل کرنے کے حق میں ذات ونفس کا مالک ہونا ہے۔''

(بدائع الصنائع: ۲/۲۳۱)

چوں کہ نکاح کا لغوی معنٰی ''ضم''، یعنی ملنا، ملانا ہے اور یہ معنٰی عملی طور پر بدرجہ اَتم وطی میں پایا جاتا ہے، اِس لیے نکاح کو وطی کے معنٰی میں منتقل کرلیا گیا اور عقدِ نکاح، وطی پر قدرت پیدا کرنے کا سبب ہے۔ اِس لیے نکاح کو مجازاً عقد کے معنٰی میں بھی اِستعمال کیا جاتا ہے۔

نکاح کے ارکان:

نکاح کے ارکان ایجاب وقبول ہیں۔ پیغام دینے اور پیش کش کرنے کو ایجاب کہتے ہیں، خواہ پیغام لڑکے کی طرف سے دیا جائے یا لڑکی کی طرف سے اور مخاطَب کی طرف سے منظور کر لینے کو قبول کہا جاتا ہے۔

علامہ کاسانی ''**بدائع الصنائع**'' میں لکھتے ہیں:

''**وَأَمَّا رُكْنُ النِّكَاحِ فَهُوَ الْإِيجَابُ وَالْقُبُولُ.**''

ترجمہ: ''اور نکاح کے ارکان تو وہ ایجاب وقبول ہیں۔''

(بدائع الصنائع: ۲/۲۲۹)

ایجاب وقبول کے شرائط:

علامہ کاسانی ''**بدائع الصنائع**'' میں ایجاب وقبول کے شرائط تحریر فرماتے ہیں:

''**فَهُوَ اتِّحَادُ الْمَجْلِسِ إِذَا كَانَ الْعَاقِدَانِ حَاضِرَيْنِ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ الْإِيْجَابُ وَالْقُبُوْلُ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ حَتّٰى لَوِاخْتَلَفَ الْمَجْلِسُ لَا يَنْعَقِدُ النِّكَاحُ، بِأَنْ كَانَا حَاضِرَيْنِ فَأَوْجَبَ أَحَدُهُمَا فَقَامَ الْآخَرُ عَنْ الْمَجْلِسِ قَبْلَ الْقُبُولِ، لَا يَنْعَقِدُ.**''

ترجمہ:

''ایجاب وقبول کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ ایجاب وقبول کی مجلس ایک ہو، یعنی ایجاب جس مجلس میں ہوا اُسی مجلس میں قبول بھی ہونا چاہیے، ورنہ نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ مثلاً اگر ایجاب وقبول کی جگہ بدل جائے یا متعاقدین میں سے کوئی ایک مجلس سے اُٹھ جائے پھر قبول کرے تو اِس طرح نکاح منعقد نہیں ہوگا۔'' (بدائع الصنائع:۲/۲۳۲)

نکاح کے احکام:

علامہ ابنِ نجیم مصری نے ''البحر الرائق'' میں نکاح کے ۵/احکام بیان فرمائے ہیں:

(۱)فرض (۲)واجب (۳)سنتِ مؤکدہ (۴)حرام (۵)مکروہِ تحریمی

فرض:

بالغ ہونے کے بعد مرد بیوی کے حقوق ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ اُس پر خواہشات کا غلبہ ہو اور اُسے یہ یقین ہو کہ اگر نکاح نہیں کرے گا تو زِنا میں مبتلا ہو جائے گا تو ایسے شخص کو نکاح کرنا فرض ہے۔

واجب:

بالغ مرد بیوی کے حقوق ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ اور بیوی پر ظلم وستم کرنے کا خوف نہ ہو اور اُسے یقین نہ ہو بلکہ گمانِ غالب ہو کہ اگر وہ نکاح نہیں کرے گا تو زِنا میں مبتلا ہو جائے گا تو ایسے شخص کے لیے نکاح کرنا واجب ہے۔

سنت:

اِنسان کی مالی وجسمانی حالت اچھی ہو۔ خواہشات کا غلبہ نہ ہو یعنی اگر وہ نکاح نہ کرے تو گناہ میں ملوث ہونے کا خوف نہ ہو اور وہ بیوی کے حقوق ادا کرنے کی قدرت بھی

رکھتا ہو، بیوی پر ظلم کرنے کا خوف نہ ہو تو ایسے شخص کے لیے نکاح کرنا سنتِ مؤکدہ ہے۔

مکروہِ تحریمی:

بالغ مرد کو اگر نکاح کرنے کے بعد بیوی کے مالی و جسمانی حقوق ادا نہ کرنے کا اندیشہ ہو تو ایسے شخص کے لیے نکاح کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

حرام:

بالغ مرد، عورت کا نان ونفقہ اور جسمانی حقوق وغیرہ ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو یا عورت پر ظلم کرنے کا یقین ہو، یا نکاح کرنے کا مقصد ہی بیوی پر ظلم کرنا ہو تو ایسے شخص کے لیے نکاح کرنا حرام ہے۔ (البحر الرائق:۸۶/۳)

نکاح کے مستحبات:

(۱) علانیہ نکاح ہونا (۲) خطبۂ نکاح، نکاح سے پہلے پڑھنا (۳) نکاح مسجد میں ہونا (۴) جمعہ کے دن ہونا (۵) گواہانِ عادل کے سامنے ہونا (٦) عورت، عمر، حسب، مال اور عزت میں مرد سے کم ہو، چال چلن، اخلاق، تقویٰ اور خوبصورتی میں مرد سے زِیادہ ہو۔
(عامۂ کتب)

نکاح قرآن کی روشنی میں

''سورۂ نسا'' میں اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے:

''یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا.''

ترجمه:

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان (آدم علیہ السلام) سے پیدا فرمایا اور اُس جان سے اُن کا جوڑا (حوا علیہا السلام کو) پیدا فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں سے بے شمار مرد و عورت کو پھیلا دیا۔ اور ڈرو اللہ سے جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے صلۂ رحمی کا سوال کرتے ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمھارا نگہبان ہے۔'' (نسا: آیت ۱)

علامہ پیر کرم شاہ ازہری ''تفسیر ضیاء القرآن'' میں لکھتے ہیں:

اِس آیت میں دو باتوں کی طرف خصوصی توجہ دلائی گئی ہے:

(۱) سب اِنسانوں کا پیدا کرنے والا ایک ہی خدا ہے (۲) سب اِنسان ایک ہی باپ (آدم علیہ السلام) کی اولاد ہیں۔ جب سب اِنسان ایک خدا کی مخلوق ہیں تو اُنھیں اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی تعمیل کرنی چاہیے اور اُس کی نافرمانی سے بچنا چاہیے۔ اور جب سب اِنسان ایک ہی باپ کی اولاد ہیں تو سب کو آپس میں مل جل کر پیار و محبت کے ساتھ رہنا چاہیے۔

(ضیاء القرآن: ۱/۳۱۶)

''سورۂ نسا'' میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کا حکم فرمایا:

''فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً.''

ترجمہ:

''تم نکاح کرواُن عورتوں سے جو تمھیں پسند ہوں۔ دودو، تین تین یا چار چار سے اور اگر تمھیں یہ خوف ہو کہ تم اُن کے درمیان اِنصاف نہیں کر سکتے تو پھر ایک ہی سے کرو۔''

(نسا: آیت ۳)

نکاح کے مقاصد:

نکاح کے کئی مقاصد ہیں اُن میں سے ایک اہم مقصد پاک دامنی ہے یعنی اِنسان نکاح کے ذریعے اپنی نگاہوں کو محفوظ کر لیتا ہے، خود کو برائیوں سے بچا لیتا ہے۔

''سننِ ترمذی'' کی حدیث ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

''ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُمْ: اَلْمُجَاهِدُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَالْمُكَاتَبُ الَّذِىْ يُرِيْدُ الْأَدَاءَ وَالنَّاكِحُ الَّذِىْ يُرِيْدُ الْعَفَافَ.''

ترجمہ:

''اللہ تعالیٰ نے تین قسم کے لوگوں کی مدد اپنے ذمۂ کرم میں لے لی ہے:

- اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والا۔
- اور وہ غلام جو آزادی کی قیمت ادا کرنا چاہتا ہے۔
- تیسرا وہ شخص جو پاک دامنی کے اِرادے سے نکاح کرے۔''

(سنن ترمذی: حدیث 1655)

نکاح کی اہمیت وفضیلت احادیث کی روشنی میں

احادیث کریمہ میں نکاح کی بے شمار فضیلتیں وارد ہوئی ہیں:

نکاح کی اہمیت وفضیلت کا اندازہ اِس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر تنہا زِندگی گزارنا بہتر ہوتا تو سرکارِ دوعالم ﷺ نکاح نہ فرماتے، حالاں کہ آپ نے نکاح فرمایا۔

❁ ''المعجم الاوسط'' کی حدیث ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الْإِيْمَانِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي.''

ترجمہ:

''جس نے نکاح کرلیا تو یقیناً اُس نے آدھے دین کو مکمل کرلیا پھر وہ باقی آدھے دین میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔'' (المعجم الاوسط: حدیث 7647)

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی اِس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فسادِ دین کی دو بڑی وجہیں ہیں: پہلی شرم گاہ دوسری پیٹ، جسے اللہ نے نکاح کی توفیق بخشی اُس کی شرم گاہ کی حفاظت ہوگئی اب اُسے چاہیئے کہ پیٹ کو حرام غذا سے بچائے۔''

اِمام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''پیٹ ہی شیطان کا ہیڈ کوارٹر ہے جب یہاں سے اُسے نکال دیا جائے تو اِن شاء اللہ دوسرے اعضا سے بھی نکل جائے گا۔'' (مرآۃ المناجیح:۱۰/۲)

❁ ''سننِ ترمذی'' کی حدیث ہے، حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے، کہتے ہیں کہ نبیِ کریم ﷺ نے ہمیں مخاطب کرکے فرمایا:

''يَامَعْشَرَ الشَّبَابِ، عَلَيْكُمْ بِالْبَاءَةِ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ.''

ترجمہ:

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرلے۔ کیوں کہ نکاح آنکھوں کو نیچی کرنے والا اور شرم گاہ کی زِیادہ حفاظت کرنے والا ہے، اور تم میں سے جو نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ نفلی روزہ رکھے کیوں کہ روزہ شہوت کو توڑتا ہے۔''

(سنن ترمذی: حدیث 1081)

❁ **''صحیح مسلم''** کی حدیث ہے، **حضرت عبد اللہ ابنِ عمر** رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''الدُّنْیَامَتَاعٌ،وَخَیْرُمَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ.''

ترجمہ:

''پوری دنیا فائدے کی چیز ہے اور دنیا کی سب سے مفید چیز نیک بیوی ہے۔''

(صحیح مسلم: حدیث 1467)

نکاح میں تاخیر کرنے کا وبال:

❁ **''سننِ ترمذی''** کی حدیث ہے، **حضرت ابو ہریرہ** رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''إِذَاخَطَبَ إِلَیْکُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِیْنَهُ وَخُلْقَهُ فَزَوِّجُوْهُ إِلَّا تَفْعَلُوْا تَکُنْ فِتْنَةٌ فِی الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِیْضٌ.''

ترجمہ:

''جب تم کو ایسا اِنسان پیغامِ نکاح دے جس کے دین واخلاق سے تم راضی ہو تو تم اپنی بچیوں کا نکاح اُن سے کرادو، اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین میں خوب فتنہ وفساد ہوگا۔''

(سنن ترمذی: حدیث 1084)

مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ''مرأۃ المناجیح''میں لکھتے ہیں:

اِس حدیث میں لڑکی کے اولیا یعنی باپ، دادا، بھائی وغیرہ کو حکم دیا گیا ہے کہ جب تمھاری لڑکی کے لیے کوئی اخلاق مند، دین دار، تندرست اور نان ونفقہ پر قادر لڑکا مل جائے تو تم اپنی لڑکی کا نکاح اُس سے کر دو، محض مال کی ہوس اور کروڑ پتی لڑکے کے لالچ میں نوجوان لڑکی کے نکاح میں تاخیر نہ کرو، کیوں کہ اِس سے لڑکے اور لڑکیاں دونوں کنوارے رہیں گے جس کی وجہ سے معاشرے میں برائی پھیلے گی۔ (مراۃ المناجیح)

نکاح نہ کرنے والوں کو ایک پیغام:

❁ جو لوگ نکاح نہیں کرنا چاہتے اور مجرد زِندگی گزارتے ہیں اُن کو درجِ ذیل حدیث سے نصیحت حاصل کرنا چاہیے۔

''صحیح ابنِ حبان'' کی حدیث ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا:

جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلٰى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، يَسْئَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِهَا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا،فَقَالُوْا:أَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم؟وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَاتَأَخَّرَ.فَقَالَ أَحَدُهُمْ:أَمَّا أَنَا فَأُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا،وَقَالَ الْآخَرُ:أَنَاأَصُوْمُ الدَّهْرَفَلَا أُفْطِرُوَقَالَ الْآخَرُ:أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ وَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا،فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقَالَ:''أَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟ أَمَا وَاللّٰهِ! إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ،لٰكِنِّي أَصُوْمُ وَأُفْطِرُ،وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ،وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ،فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي.''

ترجمہ:

''تین اشخاص نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق پوچھنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے گھر آئے۔جب اُنھیں آپ کی عبادت کے بارے میں بتایا گیا تو وہ اُسے کم

سمجھنے لگے اور کہنے لگے: ''ہم کہاں اور نبی کہاں؟ آپ کے سبب اگلوں پچھلوں کے سب گناہ اللہ تعالیٰ نے بخش دیے ہیں۔

اُن میں سے ایک نے کہا: ''میں ہمیشہ نماز پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی اِفطار نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے علاحدہ رہوں گا کبھی نکاح نہیں کروں گا۔'' اِتنے میں نبیِ کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: ''کیا تم ہی وہ لوگ ہو جنھوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ سن لو! میں تم میں سب سے زِیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔ میں روزہ رکھتا ہوں اور اِفطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جس نے میری سنت کی پیری نہیں کی وہ مجھ سے نہیں۔''

(صحیح ابن حبان: حدیث 2345)

مرد کا نس بندی کرانا کیسا؟

❁ ''صحیح بخاری'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے، کہتے ہیں میں نے نبیِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ!

إِنِّی رَجُلٌ شَابٌّ، وَأَنَا أَخَافُ عَلٰی نَفْسِی الْعَنَتَ، وَلاَ أَجِدُ مَاأَتَزَوَّ جُ بِهِ النِّسَاءَ، فَسَکَتَ عَنِّی، ثُمَّ قُلْتُ: مِثْلَ ذٰلِکَ، فَسَکَتَ عَنِّی، ثُمَّ قُلْتُ: مِثْلَ ذٰلِکَ، فَسَکَتَ عَنِّی، ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِکَ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: ''یَا أَبَا هُرَیْرَةَ! جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا أَنْتَ لاَقٍ فَاخْتَصِ عَلٰی ذٰلِکَ أَوْ ذَرْ.''

ترجمہ:

میں ایک نوجوان آدمی ہوں اور مجھے فعلِ بد میں مبتلا ہونے کا خوف ہے، اور میرے پاس اِتنا مال و زر نہیں کہ میں کسی عورت سے نکاح کر سکوں۔ (گویا وہ خصی ہونے کی اِجازت طلب کر رہے تھے) نبیِ کریم ﷺ خاموش رہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ یہ بات کہی۔

حضور ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے ابو ہریرہ! جس چیز کا تم خوف کر رہے ہو تقدیر میں وہ لکھا جا چکا ہے۔'' (صحیح بخاری: حدیث 5076)

وضاحت:

نبیِ کریم ﷺ کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو خصی (نس بندی) ہونے کی مکمل اِجازت نہ دینا نکاح کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے شادی بھی کی اور آپ کی اولاد بھی ہوئی۔ اِس کی مزید وضاحت ہم آگے ذکر کریں گے۔

❁ اللہ کے رسول ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''حُبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا: النِّسَاءُ، وَالطِّيْبُ، وَجُعِلَ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ.''

''مجھے دنیا کی ۳ر چیزیں محبوب ہیں: خوشبو، عورت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔''

(مسند احمد: حدیث 12294)

نکاح کی اہمیت وفضیلت اقوالِ صحابہ کی روشنی میں

❁ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ایمان لانے کے بعد اِنسان پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت نیک بیوی ہے۔''

❁ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جب تک اِنسان شادی نہ کر لے اُس کی عبادت مکمل نہیں ہوتی۔''

❁ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر میری عمر کے دس دن بھی باقی رہ جائیں گے تو میں نکاح کرنا پسند کروں گا۔ کیوں کہ میں نہیں چاہتا کہ میں اللہ تعالیٰ سے بروزِ حشر اِس حال میں ملاقات کروں کہ میں غیر شادی شدہ ہوں۔''

❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص نکاح کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے: ہائے افسوس! ابنِ آدم نے مجھ سے اپنا دو تہائی دین بچا لیا۔'' (شرح مسلم: ۳/۷۷۵)

﴿ نکاح کے فوائد ﴾

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو بھی چیزیں پیدا کی ہیں اُن سب میں اِنسان کے لیے ڈھیروں فائدے ہیں، اِسی طرح نکاح میں بھی اللہ تعالیٰ نے بےشمار فوائد رکھے ہیں:

پہلا فائدہ:

❁ مرد کو اپنی بیوی سے سکون حاصل ہوتا ہے۔

سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے:

"هُوَالَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا."

"وہی ذات ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُس جان سے اُس کا جوڑا (بیوی کو) پیدا فرمایا تاکہ وہ اُس سے سکون حاصل کرے۔" (اعراف: آیت ۱۸۹)

دوسرا فائدہ:

❁ نیک اولاد والدین کے لیے صدقۂ جاریہ ہوتی ہے۔

"سننِ ترمذی" کی حدیث ہے، صحابیِ رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

"إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ، وَعِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهٖ، وَوَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُوْلَهُ."

ترجمہ: "جب اِنسان مرجاتا ہے تو سلسلۂ عمل رُک جاتا ہے۔ سوائے تین چیزوں کے: (۱) صدقہ جاریہ (۲) علمِ نافع جس سے فائدہ حاصل کیا جائے (۳) ولدِ صالح جو اپنے والدین کے لیے دعا کرے۔" (دعا نہ بھی کرے تب بھی والدین کو ثواب ملتا رہتا ہے)

(سنن ترمذی: حدیث 1376)

اِس سلسلے میں امام فخر الدین رازی ''تفسیر کبیر'' میں ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک قبر کے پاس سے گذر ہوا تو دیکھا کہ عذاب کے فرشتے میت کو عذاب دے رہے ہیں۔ کچھ عرصے بعد اُسی قبر کے پاس سے گذرے تو دیکھا کہ رحمت کے فرشتے اُس کے پاس نور کا طشت لیے بیٹھے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیکھ کر حیران ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیجی: ''اے عیسیٰ! یہ شخص گناہ گار تھا۔ جب سے مرا ہے عذاب میں گرفتار تھا۔ جب یہ مرا تو اِس کی بیوی حاملہ تھی اِس کا بچہ پیدا ہوا، جب وہ بڑا ہوا تو اُس کی ماں نے اُس کو مدرسہ میں داخل کر دیا اور عالم صاحب نے اُسے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھائی، پھر مجھے اِس بات سے حیا آئی کہ میں اُس شخص کو زمین کے نیچے عذاب دوں جس کا بیٹا زمین کے اوپر میرا نام لیتا ہے۔'' (التفسیر الکبیر للرازی:۱/۵۵)

تیسرا فائدہ:

❁ کثرتِ اولاد رسول اللہ ﷺ کے لیے باعثِ فخر ہے۔

''سننِ صغیر'' کی رِوایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''تَزَوَّجُوْا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.''

''زِیادہ محبت کرنے والی اور زِیادہ بچے جننے والی عورت سے نکاح کرو۔ کیوں کہ میں کل قیامت میں تم لوگوں کی تعداد کی زِیادتی کی وجہ سے دوسری اُمتوں پر فخر کروں گا۔''

(سننِ صغیر: حدیث 2351)

چوتھا فائدہ:

❁ نکاح نسلِ انسانی کی بقا ہے:

انبیا، اولیا، شہدا اور صالحین کی پیدائش کا ذریعہ نکاح ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے وہ چاہتا تو بغیر والدین کے پیدا فرما سکتا تھا، لیکن اُس نے والدین کو پیدائش کا وسیلہ بنایا۔

پانچواں فائدہ:

❁ اللہ عزّ وجل اور اُس کے رسول ﷺ کے وہ احکام جن کا تعلق اولاد سے ہے نکاح کے ذریعہ اُن احکام پر عمل کرنے کا موقع ملتا ہے۔

چھٹا فائدہ:

❁ اِنسان اولاد کی پرورش کر کے اللہ تعالیٰ کی صفتِ رُبوبیت کا مظہر بن جاتا ہے۔

ساتواں فائدہ:

❁ جب اِنسان بوڑھا ہو جاتا ہے کام کرنے اور چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہتا ایسے وقت میں اُس کی اولاد اُس کا سہارا بن جاتی ہے۔ یہ فائدہ کنواروں کو حاصل نہیں۔

آٹھواں فائدہ:

❁ جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں تو اُن کی وجہ سے اِنسان کا دل بہلتا ہے۔ اگر وہ بیمار ہو جائے تو بچے اُس کی تیمارداری کرتے ہیں۔

نواں فائدہ:

❁ نکاح کے ذریعے اِنسان کی شہوت کا زور کم ہو جاتا ہے۔ وہ شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اِنسان کی نگاہ پاکیزہ اور شرم گاہ گناہوں سے محفوظ رہتی ہے۔

دسواں فائدہ:

❁ جو شخص بغیر نکاح کے مجرد زِندگی گزارتا ہے اُسے معاشرے میں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور بسا اوقات کسی مہذب سوسائٹی وغیرہ میں رہنے کے لیے مکان کے حصول میں کافی دشواری پیش آتی ہے۔ (شرح مسلم: ۳/۷۷۶۔۷۷۸)

﴿حقوقِ زوجین﴾

عقدِ نکاح کے سبب شوہر کے کچھ حقوق بیوی پر اور بیوی کے کچھ حقوق شوہر پر واجب ہوجاتے ہیں۔ اگر اِن حقوق کی رِعایت نہ کی جائے تو شوہر بیوی کے درمیان نا اِتفاقیاں، لڑائیاں اور جھگڑے پیدا ہوجاتے ہیں اور کبھی کبھی تو نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔

اِس کا اثر صرف اُن ہی دونوں تک محدود نہیں رہتا بلکہ اُن کی اولاد پر بھی ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اولاد نافرمان ہوجاتی ہے۔ اِس کی اصل وجہ یہی ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے حقوق نہیں جانتے اور نہ ہی جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب کہ شادی سے پہلے لڑکا لڑکی دونوں کو میاں بیوی کے حقوق جاننا فرض ہے۔ حقوق ملاحظہ کریں!

﴿بیوی پر شوہر کے حقوق﴾

﴿۱﴾ بیوی شوہر کی اِطاعت کرے:

اِسلام شوہر کو یہ حق دیتا ہے کہ اُس کی بیوی اُس کی اِطاعت کرے۔

سورۂ نسا میں اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا:

"فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَاحَفِظَ اللّٰہُ."

"پس نیک بیویاں اِطاعت شعار ہوتی ہیں، شوہروں کی عدمِ موجودگی میں اللہ کی حفاظت کے ساتھ (اپنی عزت کی) حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔" (نسا: آیت ۳۴)

﴿۲﴾ سب سے اچھی عورت کی نشانی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور نبیِ اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا:

اَیُّ النِسَاءِ خَیْرٌ؟ قَالَ: "خَیْرُ النِّسَاءِ مَنْ تَسُرُّ إِذَا نَظَرَ، وَتُطِیْعُ إِذَا أَمَرَ، وَلَا تُخَالِفُهُ فِی نَفْسِهَا وَمَالِهَا."

کون سی عورت سب سے بہتر ہے؟ فرمایا: ''وہ عورت جب اُس کا شوہر اُسے دیکھے تو وہ اُسے خوش کردے اور حکم دے تو اِطاعت کرے۔ اپنی ذات اور شوہر کے مال کے متعلق اُس کی مخالفت نہ کرے۔'' (المستدرک علی الصحیحین: حدیث 2682)

﴿۳﴾ بیوی اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے:

حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے، نبیِ اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ بَعْلِهَا، وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُ.''

''عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اور وہ اُس کے بارے میں جواب دہ بھی ہے۔''

(سنن ترمذی: حدیث 1705)

﴿۴﴾ جنتی عورت کی پہچان:

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

'' أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ.''

''جو عورت اِس حال میں فوت ہوئی کہ اُس کا شوہر اُس سے راضی تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔''

(سنن ترمذی: حدیث 1161)

﴿۵﴾ شوہر کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا؟

''سننِ ترمذی'' کی رِوایت ہے، نبیِ کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِغَيْرِ اللّٰهِ، لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا، وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا تُؤَدِّي الْمَرْأَةُ حَقَّ رَبِّهَا حَتّٰى تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا.''

''اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ غیر اللہ کو سجدہ (تعظیمی) کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (ﷺ) کی

جان ہے، عورت اپنے پروردگار کا حق اُس وقت تک ادا نہیں کرسکتی جب تک شوہر کے تمام حقوق ادا نہ کرے۔'' (سنن ابن ماجہ: حدیث 1853)

﴿۶﴾ عورت شوہر کا حق ادا نہیں کرسکتی:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''حَقُّ الزَّوْجِ عَلٰی زَوْجَتِهٖ أَنْ لَوْكَانَ بِهٖ قُرْحَةٌ فَلَحَسَتْهَا، أَوِ ابْتَدَرَ مَنْخِرَاهُ صَدِيْدًا أَوْ دَمًا، ثُمَّ لَحَسَتْهُ مَاأَدَّتْ حَقَّهٗ.''

''عورت پر اُس کے شوہر کا اِتنا بڑا حق ہے کہ اگر اُسے کوئی پھوڑا ہو جائے جسے بیوی چاٹے یا اُس کے دونوں نتھنوں سے پیپ یا خون بہتا ہو تو بیوی اُسے زبان سے چاٹے تب بھی شوہر کا حق ادا نہ ہوگا۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث 17122)

﴿۷﴾ ہم بستری شوہر کا حق ہے:

شوہر کی جسمانی ضرورت وخواہش کی تکمیل بیوی پر لازم ہے۔ شرعی عذر (مثلاً ایامِ حیض، بیماری، یا شوہر کا حدِّ اِعتدال سے زِیادہ مباشرت کرنا جس کی بیوی میں طاقت نہ ہو) کے بغیر تسکینِ شہوت سے شوہر کو روکنا بیوی کے لیے شرعاً جائز نہیں۔ جو عورت ہم بستری کرنے سے شوہر کو روکے احادیث طیبہ میں اُس کے لیے سخت وعید آئی ہے۔

''صحیح بخاری'' کی حدیث ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''إِذَا دَعَاالرَّجُلُ امْرَأَتَهٗ إِلٰى فِرَاشِهٖ فَأَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا، لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ.''

''جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے پھر بیوی اِنکار کر دے اور شوہر ناراضگی میں رات گزارے تو صبح تک فرشتے اُس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔'' (بخاری: حدیث 2998)

اِسی مضمون کی ایک اور حدیث ''سننِ ترمذی'' میں ہے۔

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''إِذَا الرَّجُلُ دَعَازَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّورِ.''

''جب مرد اپنی بیوی کو اپنی کسی ضرورت کے لیے بلائے تو وہ اُس کے پاس آئے، اگر چہ وہ تنور پر روٹی بنا رہی ہو (تب بھی چلی آئے)۔'' (سنن ترمذی: حدیث 1160)

﴿۸﴾ عورت پر سب سے زِیادہ حق کس کا ہے؟

''سننِ نسائی'' کی رِوایت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا:

''أَيُّ النَّاسِ أَعْظَمُ حَقًّا عَلَى الْمَرْأَةِ؟ قَالَ: زَوْجُهَاقُلْتُ: فَأَيُّ النَّاسِ أَعْظَمُ حَقًّاعَلَى الرَّجُلِ؟ قَالَ: أُمُّهُ.''

''عورت پر لوگوں میں سب سے زِیادہ حق کس کا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اُس کے شوہر کا، پھر میں نے پوچھا کہ مرد پر لوگوں میں سب سے زِیادہ حق کس کا ہے؟ تو آپ نے فرمایا اُس کی ماں کا۔''

﴿۹﴾ شوہر، بیوی کی جنت وجہنم ہے:

''مسندِ احمد'' کی رِوایت ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''فَانْظُرِيْ أَيْنَ أَنْتِ مِنْهُ، فَإِنَّمَا هُوَجَنَّتُكِ وَنَارُكِ.''

''تم دیکھو! تم اُس (شوہر) کی نسبت کہاں ہو؟ وہ تمہاری جنت اور جہنم ہے۔''

(مسند احمد: حدیث 19003)

﴿۱۰﴾ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسولِ اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

”اَلْمَرْأَةُ إِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَأَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَائَتْ.“

”جو عورت پانچوں وقت کی نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی فرماں برداری کرے تو وہ جنت کے جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جائے۔“ (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء:۶/۳۰۸)

﴿۱۱﴾ شوہر کی اِجازت کے بغیر بیوی گھر سے نہ نکلے:

حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسولِ اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

”لَا تَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ، فَإِنْ فَعَلَتْ لَعَنَتْهَا مَلَائِكَةُ اللّٰهِ وَمَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْغَضَبِ حَتّٰى تَفِيءَ أَوْ تَرْجِعَ.“

”عورت بغیر شوہر کی اِجازت اُس کے گھر سے باہر نہ نکلے۔ اگر نکلے گی تو اللہ کے فرشتے اور رحمت وغضب کے فرشتے اُس پر لعنت بھیجتے ہیں جب تک واپس نہ آجائے۔“
(المنتخب من مسند عبد بن حمید: حدیث 813)

﴿۱۲﴾ نفلی روزہ شوہر کی اِجازت کے بغیر نہ رکھے۔

حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسولِ اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

”لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ.“

”شوہر کی موجودگی میں اُس کی اِجازت کے بغیر کسی عورت کے لیے (نفلی) روزہ رکھنا جائز نہیں۔“ (صحیح بخاری: حدیث 5195)

﴿۱۳﴾ شوہر کی اِجازت کے بغیر صدقہ نہ کرے۔

حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

”لَا تَصَدَّقُ بِشَیْءٍ مِنْ بَيْتِهٖ إِلَّا بِإِذْنِهٖ.“

”(بیوی) شوہر کے گھر سے اُس کی اِجازت کے بغیر کچھ بھی صدقہ نہ کرے۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث 17124)

﴿۱۴﴾ شوہر کے گھر میں کسی کو داخل نہ ہونے دے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

”وَلَا تَأْذَنُ فِي بَيْتِهٖ وَهُوَ شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهٖ.“

”عورت شوہر کے گھر میں شوہر کی موجودگی میں اُس کی اِجازت کے بغیر کسی کو داخل نہ ہونے دے۔“ (غائبانہ میں بدرجۂ اولیٰ داخل نہ ہونے دے) (صحیح مسلم: حدیث 1026)

﴿۱۵﴾ شوہر کی نافرمانی جہنم میں جانے کا سبب:

”صحیح بخاری“ کی رِوایت ہے، نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

”يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ، تَصَدَّقْنَ، فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ: وَبِمَ ذٰلِكَ؟ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم! قَالَ: تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ.“

”اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو۔ کیوں کہ میں نے تم میں سے اکثر کو جہنم والی دیکھا۔ عورتوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اور ایسا کس وجہ سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لعن طعن زِیادہ کرتی ہو اور شوہروں کی نافرمانی کرتی ہو۔“ (صحیح بخاری: حدیث 1462)

﴿۱۶﴾ بیوی شوہر کی قسم کو پورا کرے:

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، حضور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

"مَااسْتَفَادَالْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللّٰهِ خَيْرًا لَهٗ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ إِنْ اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ وَإِنْ نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَإِنْ اَقْسَمَ عَلَيْهَااَبَرَّتْهُ وَإِنْ غَابَ عَنْهَانَصَحَتْهُ فِي نَفْسِهَاوَمَالِهٖ."

ترجمہ:

''مومن اللہ کے تقویٰ کے بعد اپنے لیے جو بھلائی تلاش کرے وہ نیک بیوی ہو۔ اگر اُسے حکم دے تو اِطاعت کرے، اُس کی جانب دیکھے تو خوش کردے، اگر وہ کسی بات پر قسم کھالے تو اُسے پورا کردے۔ اگر شوہر کہیں چلا جائے تو اُس کی غیر موجودگی میں اپنی جان اور اُس کے مال کی نگہبانی کرے۔'' (سنن ابن ماجہ: حدیث 1857)

﴿شوہر پر بیوی کے حقوق﴾

عورتوں کے حقوق کے متعلق ''سورۂ بقرہ'' میں اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے:

"وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ."

ترجمہ: ''اور عورتوں کے حقوق شوہروں پر وہی ہیں جو مردوں کے عورتوں پر ہیں دستور کے مطابق، اور مردوں کو اُن پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے۔'' (بقرہ: آیت ۲۲۸)

﴿۱﴾ بیوی کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا:

''سورۂ نسا'' میں اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے:

"وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى أَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا."

ترجمہ: ''اپنی بیویوں سے بھلائی سے پیش آ ؤ۔ ہوسکتا ہے کہ تم اُن کی کسی بات کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ نے اُس میں خوب بھلائی رکھی ہو۔'' (نسا: آیت ۱۹)

بیوی کی غلطیوں پر بہت زِیادہ سختی نہ کی جائے بلکہ نرمی سے اُس کی اصلاح کی جائے۔

جیسا کہ ''صحیح مسلم'' کی رِوایت ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حضورنبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

''إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَنْ تَسْتَقِيْمَ لَکَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ،فَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَبِهَا عِوَجٌ، وَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا.''

''عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے وہ تمہارے لیے کسی بھی طریقے سے سیدھی نہیں ہوسکتی۔ اگر تم اُس سے نفع لینا چاہو تو اُسی حالت میں نفع حاصل کرو اور اگر تم اُسے سیدھا کرنا چاہو گے تو اُسے توڑ دو گے اور اُس کا توڑنا طلاق دینا ہے۔'' (صحیح مسلم: حدیث 1468)

وضاحت:

عورت عقل اور سمجھ کے اِعتبار سے کمزور ہے، اپنی بات منوانے کی ضد کرتی ہے، یہی اُس کا ٹیڑھا پن ہے۔ لہٰذا عورت میں اگر خلافِ شرع خامیاں نہ ہوں تو اُن خامیوں اور غلطیوں کو نظر انداز کیا جائے، نرمی اور محبت سے اُس کی اصلاح کی جائے۔

﴿۲﴾ بیوی بچوں کا خرچ اٹھانا:

شادی کے بعد سب سے پہلے شوہر پر اپنی حیثیت کے مطابق روٹی، کپڑا اور مکان بیوی کو دینا ضروری ہوتا ہے۔ اِن اِخراجات میں کھانا، پینا، رہائش اور لباس وغیرہ شامل ہیں۔ شوہر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق اِن اِخراجات کو پورا کرے۔

﴿۳﴾ شوہر خرچ نہ دے تو بیوی کیا کرے؟

اگر شوہر مذکورہ اِخراجات کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے یا کنجوسی سے کام لیتا ہے اور مکمل فرائض ادا نہیں کرتا تو بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اُس کے مال سے چپکے سے اپنی ضرورت بھر پیسے وغیرہ لے لے۔

حدیثِ پاک سے بھی اِس کا اِشارہ ملتا ہے۔

"سننِ ابی داؤد" کی رِوایت ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جَاءَ تْ هِنْدٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مُمْسِكٌ، فَهَلْ عَلَيَّ مِنْ حَرَجٍ أَنْ أُنْفِقَ عَلٰى عِيَالِهِ مِنْ مَالِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "لَا حَرَجَ عَلَيْكِ أَنْ تُنْفِقِي بِالْمَعْرُوْفِ."

ترجمہ:

حضرت ہندہ بنتِ عتبہ رضی اللہ عنہا (حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی زوجہ) نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اپنے خاوند حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی شکایت کی:

میرے شوہر ابوسفیان رضی اللہ عنہ ایک کنجوس آدمی ہیں، وہ مجھے اِتنے روپے پیسے بھی نہیں دیتے جس سے میں گھر کا خرچ چلاسکوں، سہی طریقے سے بال بچوں کی پرورش کرسکوں، تو کیا میں اُن کی آمدنی سے اُن کی اِجازت کے بغیر اِتنی رقم لے سکتی ہوں جس سے گھر کا خرچ مناسب طریقے پر چل سکے؟"

اِس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! تم اپنے شوہر کے مال سے اُن کی اِجازت کے بغیر اِتنا مال لے سکتی ہو جس سے تمھاری اور تمھاری اولاد کی گزراوقات ہوسکے یعنی گھر کا نظام چل سکے۔" (سنن ابی داؤد: حدیث 3533)

اِس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ شوہر اگر کنجوس ہو، اپنی بیوی بچوں پر ضرورت بھر خرچ نہ کرتا ہو، بیوی کو پورا خرچ نہ دیتا ہو تو بیوی اپنے شوہر کی جیب وغیرہ سے گزارے کے لائق پیسے لے سکتی ہے، اِس میں کوئی گناہ نہیں، بلکہ یہ جائز ہے۔

اور ہوسکے تو بعد میں کسی مناسب وقت پر اپنے شوہر کو اِس بارے میں بتادے تاکہ اُس پر چوری کا الزام نہ آئے۔

﴿۴﴾عورتیں مردوں کے پاس اللہ کی امانت ہیں:

حضورنبیِ اکرم ﷺ نے اِرشادفرمایا:

”اِتَّقُوْا اللّٰہَ فِی النِّسَاءِ فَاِنَّکُمْ اَخَذْتُمُوْھُنَّ بِاَمَانَۃِ اللّٰہِ.“

”عورتوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، کیوں کہ تم نے اُن کو اللہ تعالیٰ کی امان کے ساتھ لیا ہے۔“ (سنن ابی داؤد: حدیث 1905)

اگر اِس حدیث پاک کی روشنی میں ہمارے اندر یہ اِحساس بیدار ہو جائے کہ بیوی شوہر کے پاس ایک ایسی امانت ہے، جس کا جواب اللہ کے حضور دینا ہے تو یقیناً طلاق وغیرہ کی نوبت نہیں آئے گی۔اور زِندگی خوش گوار گزرے گی۔

﴿۵﴾ بیوی کا حق کیا ہے؟

ایک صحابِی نے حضورنبیِ اکرم ﷺ سے دریافت کیا:

مَاحَقُّ زَوْجَۃِ اَحَدِنَا عَلَیْہِ؟ قَالَ:” اَنْ تُطْعِمَھَا اِذَا طَعَمْتَ وَتَکْسُوْھَااِذَا اکْتَسَیْتَ اَوْاِکْتَسَبْتَ،وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْہَ،وَلَا تُقَبِّحْ،وَلَاتَھجُرْاِلَّا فِی الْبَیْتِ.“

ہم میں سے کسی پر اُس کی بیوی کا حق کیا ہے؟ فرمایا:”جب تم کھاؤ اُسے بھی کھلاؤ؛ جب تم پہنواُسے بھی پہناؤ؛ اُس کے منہ پر نہ مارو؛ اُس سے برے الفاظ میں بات نہ کرو اور اُسے خود سے جدانہ کرومگر گھر ہی میں۔“ (سنن ابی داؤد: حدیث 2142)

﴿۶﴾ شوہر، بیوی سے نفرت نہ کرے:

”صحیح مسلم“میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے،نبِی کریم ﷺ نے اِرشادفرمایا:

” لَا یَفْرَکْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَۃً،اِنْ کَرِہَ مِنْھَاخُلُقًا رَضِیَ مِنْھَا آخَرَ.“

”کوئی مومن اپنی ایمان والی بیوی سے نفرت نہ کرے۔اگر اُس کی کوئی عادت ناپسند

ہوتو کوئی دوسری عادت پسند بھی ہوگی۔'' (صحیح مسلم: حدیث 1469)

﴿۷﴾ بیوی سے حسنِ سلوک کامل مومن کی پہچان:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ مِنْ اَهْلِهٖ وَأَنَاخَيْرُكُمْ مِنْ أَهْلِي.''

''تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں سے حسنِ سلوک سے پیش آئیں۔اور میں تم میں سب سے زِیادہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والا ہوں۔''

(سنن ترمذی: حدیث 3895)

﴿۸﴾ شوہر بیوی کو نہ مارے:

حضرت عبداللہ ابنِ زَمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبیِ کریم ﷺ فرماتے ہیں:

''لاَ يَجْلِدُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ، ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِي آخِرِ الْيَوْمِ.''

''تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو بے دردی سے غلاموں کی طرح کوڑے نہ مارے، حالاں کہ پھر رات میں اُسی سے ہم بستری کرے گا۔'' (صحیح بخاری:5204)

شوہر، بیوی سے کتنے دن دور رہ سکتا ہے؟

زوجین باہمی رِضامندی سے جتنی مدت تک چاہیں ایک دوسرے سے دور رہ سکتے ہیں۔ اِسلام نے اِس سلسلے میں کوئی حدود و قیود مقرر نہیں کیے اور نہ زوجین کو مخصوص مدت کے اندر اکٹھا ہونے یا مباشرت کرنے کا پابند کیا ہے۔زوجین ایک دوسرے سے جتنا عرصہ بھی دور رہیں، اِس سے اُن کے رشتۂ اِزدِواج پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

لیکن اگر شوہر قسم کھالے کہ میں اپنی بیوی کے قریب نہیں جاؤں گا اور پھر چار مہینے کی مدت تک اُن میں صلح یا رُجوع نہ ہو پائے تو ایلا ہو جاتا ہے، جس سے طلاقِ بائن واقع

ہو جاتی ہے اور رُجوع کے لیے تجدیدِ نکاح لازم ہوتا ہے۔

اِیلا سے ہی اِستدلال کرتے ہوئے فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے اُس کی مرضی کے بغیر زِیادہ سے زِیادہ چار ماہ تک دور رہ سکتا ہے۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

"لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآؤُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. وَاِنْ عَزَمُوْا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ."

"اور اُن لوگوں کے لیے جو اپنی بیویوں کے قریب نہ جانے کی قسم کھالیں چار ماہ کی مہلت ہے۔ پس اگر وہ (اُس مدت میں) رُجوع کرلیں تو یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر اُنھوں نے طلاق کا پختہ اِرادہ کرلیا ہو تو بے شک اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔"

(بقرہ: آیت ۲۲۶۔۲۲۷)

درج بالا آیتِ کریمہ سے واضح ہوا کہ شوہر کے لیے مناسب نہیں کہ چار ماہ سے زائد مدت تک بیوی کے حقوقِ زوجیت کی ادائیگی میں تاخیر کرے۔

اِمام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ الخلفاء" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ تحریر کیا ہے کہ آپ رات کے وقت گشت کر رہے تھے۔ ایک گھر سے ایک عورت کی آواز آرہی تھی اور وہ کچھ اشعار پڑھ رہی تھی۔ جس کا مفہوم یہ تھا: اُس کا شوہر گھر سے کہیں دور چلا گیا تھا اور وہ اُس کے فراق میں غمزدہ تھی۔

سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ گھر آئے اور اپنی زوجہ سے دریافت کیا کہ شادی شدہ عورت شوہر کے بغیر کتنی مدت صبر کرسکتی ہے؟ زوجہ نے جواب دیا کہ تین سے چار ماہ۔ آپ نے حکم جاری کردیا کہ ہر فوجی کو چار ماہ بعد ضرور چھٹی دی جائے تاکہ وہ اپنی بیوی کا حق ادا کرسکے۔

(تاریخ الخلفاء: ۱۴۲)

ملازمت یا روزگار کے سلسلے میں یا کسی بھی دوسری غرض سے بیوی سے دور رہائش پذیر

افراد جن کے لیے بیوی کو ساتھ رکھنا ممکن نہیں اُن کے لیے مناسب ہے کہ وہ چار ماہ کی مدت میں اپنی بیوی کے پاس آجائیں۔

بیوی کا حق زِیادہ ہے یا ماں کا حق؟

شادی شدہ مرد پر ماں اور بیوی دونوں کے حقوق واجب ہیں۔لہٰذا دونوں کے حقوق ادا کرے۔کسی کی حق تلفی نہ کرے۔البتہ تعارض کی صورت میں ماں کو بیوی پر مقدم رکھنا ہوگا۔کیوں کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے بعد والدین کا حق سب سے زِیادہ ہے۔ہاں بعد میں بیوی کو اکیلے میں منالے۔

شوہر ناجائز کام کا حکم دے تو بیوی کیا کرے؟

ایسی صورت میں بیوی شوہر کے حکم کی تعمیل نہ کرے۔"مصنف ابنِ ابی شیبہ" میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

"لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِی مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ."

"اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اِطاعت جائز نہیں۔"

(مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث 33717)

لہٰذا خلافِ شرع اُمور میں بیوی اپنے شوہر کی کوئی بات ہرگز نہ مانے۔

عورت کو کس طرح چلنا چاہیے؟

راستہ چلنے میں عورت درج ذیل اُمور کا لحاظ رکھے:

- راستے کے ایک طرف ہو کر چلے، مردوں کے درمیان نہ چلے۔
- مٹک مٹک کر، کندھوں، کولہوں اور ہاتھوں کو ہلا ہلا کر نہ چلے۔
- راستے میں اِس طرح نہ چلے کہ جس سے اُس کی زینت ظاہر ہو۔

❁ نظریں جھکا کر چلے اور ایڑی والی جوتی پہن کر نہ چلے۔
❁ محرم کے بغیر ۹۲ رکیلومیٹر سے زِیادہ کا سفر نہ کرے۔
❁ باپردہ ہوکر چلے، لیکن تنگ نقاب وغیرہ نہ پہنے۔
❁ پاؤں میں گھنگرو پہن کر نہ چلے کہ یہ منع ہے۔
❁ خوشبو لگا کر باہر نہ نکلے کہ یہ بھی منع ہے۔
❁ باریک لباس پہن کر نہ چلے کیوں کہ اِس سے فتنہ پیدا ہوگا۔

﴿والدین پر اولاد کے حقوق﴾

جس طرح شوہر پر بیوی کے حقوق، بیوی پر شوہر کے حقوق اور اولاد پر والدین کے حقوق واجب ہوتے ہیں اِسی طرح اولاد کے بھی کچھ حقوق والدین پر واجب ہوتے ہیں، کچھ حقوق قبل از پیدائش اور کچھ حقوق بعد از پیدائش واجب ہیں۔

پیدائش سے پہلے کے حقوق:

❁ نیک صالح اولاد کے حصول کی دُعا کرنا۔
❁ بچے کے لیے نیک، صالح، شریف اور پاک دامن ماں کا اِنتخاب کرنا۔
❁ ماں کے پیٹ میں بچے کی حفاظت کرنا۔
❁ ماں کے پیٹ میں اُسے زندہ رکھنا یعنی بلاضرورتِ شرعی اِسقاطِ حمل نہ کرانا۔

پیدائش کے بعد کے حقوق:

❁ دائیں کان اذان میں اور بائیں کان میں اِقامت کہنا۔
❁ عقیقہ اور ختنہ کروانا۔
❁ اچھے نام کا اِنتخاب کرنا۔

۞ باپ کے نام ونسب کی طرف اُنھیں منسوب کرنا۔
۞ اُن کے لیے دودھ اور غذا کا اِنتظام کرنا۔
۞ اُن کو اِسلامی تعلیم وتربیت دینا۔
۞ اُن کے ساتھ شفقت وہمدردی کا معاملہ کرنا۔
۞ اولاد کے درمیان عدل وانصاف کرنا۔
۞ دستور کے مطابق اُن پر خرچ کرنا۔
۞ اپنی حیثیت کے مطابق اُن کو روزگار کے لائق بنانا۔
۞ اُن کی غلطی وکوتاہی پر نشاندہی وسرزنش کرنا اور پھر اُنھیں معاف کردینا۔
۞ اُن کی مناسب جگہ شادی کروانا۔
۞ اُن کے لیے دعائے خیر کرنا۔

ساس اور سُسَر کے حقوق:

شریعتِ مطہرہ نے میاں بیوی میں سے ہر ایک کو اخلاقاً ایک دوسرے کے بڑوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور ادب واِحترام کرنے کا پابند کیا ہے۔ تاہم دونوں میں سے کسی ایک کو بھی ایک دوسرے کے والدین کی خدمت کا اِس طور پر پابند نہیں کیا کہ اگر خدمت نہ کی تو وہ گناہ گار ہوں، لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے اپنے حقیقی والدین کی طرح اپنی ساس اور سُسَر کی عزت واِحترام کے ساتھ ساتھ اُن کی خدمت بھی کریں تو یہ اُن کے لیے دنیا میں باعثِ خیر وبرکت اور آخرت میں باعثِ اجروثواب ہوگا، اور اچھے اخلاق کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اِسی طرح ساس اور سُسَر بھی اپنی بہو اور داماد پر اپنی حقیقی بیٹی بیٹے کی طرح شفقت کریں، اُن کے ساتھ پیار ومحبت سے پیش آئیں۔

قرآن پاک میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

”هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ.“

”اِحسان کا بدلہ بھی اِحسان ہی سے دیا جاتا ہے۔“ (رحمٰن: آیت ۶۰)

لہٰذا حسنِ اخلاق و مروّت کا تقاضا یہی ہے کہ بہو حتی المقدور ساس اور سُسر کی خدمت کرے اور اُن کے راحت و آرام کا مکمل خیال رکھے۔ اگر ساس سُسر بہو کو اپنی بیٹی اور بہو، ساس اور سُسر کو والدین کی طرح سمجھے تو گھر کے جنت نظیر بننے میں کوئی شک نہیں۔

بیوی کا گھنٹوں فون پر باتیں کرنا:

آج کل موبائل کا دور ہے۔ موبائل جہاں اِنسان کی ضرورت ہے وہیں موبائل فون کے ذریعے بہت سارے گھر برباد بھی ہو جاتے ہیں۔ یقیناً موبائل بے شمار برائیوں کی جڑ ہے۔

شادی ہونے کے بعد شوہر بیوی کو فوراً ایک اچھا سا موبائل گفٹ کرتا ہے۔ پھر اُس کی بیوی گھنٹوں موبائل پر اپنے والدین سے باتیں کرتی رہتی ہے۔ کیا کھایا، کیا پہنا گھر میں کیا کیا معاملات ہوئے؟ جب تک لڑکی اپنی ماں کو پوری تفصیل بتا نہیں دیتی ہے اُسے چین نہیں پڑتا۔ حد تو یہ ہے کہ کھانا بناتے وقت بھی موبائل کان پر لگا رہتا ہے۔

اور پھر لڑکی کی ماں بھی اپنی اور اپنے گھر والوں کی کہانی سنانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتی۔ پوری رِشتے داری کی خبر لڑکی تک پہنچانا اپنا فریضۂ اول سمجھتی ہے۔ اگر گھر میں کسی کا ناخن بھی دکھے تو فوراً لڑکی کو فون لگا کر بتائے گی کہ آج گھر میں ایسا ہو گیا، جسے سن کر لڑکی افسردہ ہو جاتی ہے اور پھر اُس کا کام دھام میں من نہیں لگتا۔ اور بس ایک ہی رٹ لگائے رہتی ہے میں اپنے گھر جاؤں گی۔ فلاں رِشتے دار کے گھر ایک تقریب ہے وہاں جانا ہے۔

لڑکی اور اُس کی ماں کی اِس بے وقوفی اور موبائل بازی سے میاں بیوی میں تو تو میں میں اور لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اور کبھی تو نوبت طلاق تک بھی آ جاتی ہے۔

بچے کو موبائل کی عادت ڈلوانا:

آج کل کا یہ عام ماحول ہو گیا کہ بچہ پیدا ہوتے ہی اُس کے ہاتھ میں موبائل تھما دیا

جاتا ہے۔ والدین اپنے بچوں کے سامنے ہی موبائل اِستعمال کرتے ہیں۔ جب بچہ والدین کو موبائل اِستعمال کرتے دیکھتا ہے تو پھر وہ بھی موبائل کی ضد کرنے لگتا ہے جس کی وجہ سے وہ بغیر موبائل کے کھانا پینا، پڑھنا لکھنا سب چھوڑ دیتا ہے۔

یہاں تک دیکھا گیا کہ بچہ موبائل چلاتے چلاتے بے ہوش ہو گیا۔ کتنے بچوں کی نگاہیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ بہت سے بچے چڑچڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ چیز بچے کے والدین کو نظر نہیں آتی ہے۔ یہ بظاہر تو محبت اور لاڈ پیار ہے لیکن درحقیقت بچوں کے ساتھ ظلم ہے۔ اور حال ہی میں، میں نے ایک خبر پڑھی جس میں لکھا تھا کہ زِیادہ موبائل اِستعمال کرنے سے بچے کی موت ہو گئی۔

اور بچوں کے والدین ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کرلیں! بچوں کی پرورش کی ذمہ داری والدین ہی کی ہوا کرتی ہے، اگر بچوں کی پرورش سہی طریقے سے نہیں ہو پائی، کچھ خامی رہ گئی تو آخرت میں والدین کو اِس کا جواب بھی دینا ہوگا۔

شوہر کا نام لینے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

اگر کوئی عورت اپنے خاوند کا نام لے کر پکارے تو یہ حرام نہیں ہے اور نہ اِس سے نکاح ٹوٹتا ہے، ہاں یہ خلافِ ادب و مکروہ ہے۔

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ردالمحتار'' میں لکھا ہے:

''وَيُكْرَهُ أَنْ يَدْعُوَ الرَّجُلُ أَبَاهُ وَأَنْ تَدْعُوَ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا بِاسْمِهٖ.''

''مرد کا اپنے والد کو نام لے کر پکارنا خلافِ ادب ہے۔ عورت کے لیے بھی یہ مکروہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کو اُس کے نام سے پکارے۔'' (درمختار: ۶/۴۱۸)

اور عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ شوہر کا نام لینے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، بیوی شوہر پر حرام ہو جاتی ہے محض بے اصل اور جھوٹی بات ہے۔ جس کا حقیقت سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں۔

《 کفو کا بیان 》

کفو کا لغوی معنٰی:

''لسان العرب'' میں کفو کا معنٰی اِس طرح بیان کیا گیا ہے:

''اَلْکُفْءُ النَّظِیْرُ وَالْمُسَاوِیْ، وَمِنْهُ الْکَفَاءَ ةُ فِی النِّکَاحِ وَهُوَ اَنْ یَکُوْنَ الزَّوْجُ مُسَاوِیًا لِلْمَرْأَةِ فِی حَسَبِهَا وَدِیْنِهَا وَنَسَبِهَا وَبَیْتِهَا وَغَیْرِ ذَالِکَ.''

''کفو کا مطلب نظیر اور برابری ہے۔ اِسی سے نکاح میں مماثلت مراد ہے۔ اور وہ یہ کہ شوہر حسب، دین، نسب اور گھر وغیرہ میں عورت کے برابر ہو۔''

(لسان العرب: ۱۳۹/۱)

کفو کا اِصطلاحی معنٰی:

کفو کا معنٰی ہے صفاتِ مخصوصہ ممتازہ میں مساوی وہم مثل ہونا۔ یعنی نکاح میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ لڑکا، لڑکی کے معیار سے کم اور نیچا تو نہیں ہے، کیوں کہ جو لڑکی صفاتِ مخصوصہ ممتازہ کے اِعتبار سے اعلٰی ہو وہ اُس لڑکے کا فراش بننے کو ناپسند کرے گی جو اُس سے صفات میں ادنٰی ہو اور لڑکی کے ولی و سرپرست بھی اِس بات کو اپنے لیے باعثِ عار سمجھیں گے۔

اور کفائت صرف مرد کی جانب سے معتبر ہے عورت کی جانب سے نہیں۔ یعنی اگر عورت مرد سے کم درجے کی ہو تو نکاح ہو جائے گا۔

''سننِ ترمذی'' میں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے، نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''یَا عَلِیُّ! ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا: اَلصَّلَاةُ إِذَا آنَتْ، وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ، وَالْأَیِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا کُفْئًا.''

اے علی! (رضی اللہ عنہ) تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو۔ (۱) جب نماز کا وقت آجائے

(۲)جب جنازہ موجود ہو۔(۳)بے شوہر والی کا جب کفو مل جائے۔

(سنن ترمذی: حدیث 171)

''المعجم الاوسط'' کی روایت ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''لَا تُنْكِحُوا النِّسَاءَ إِلَّا الْأَكْفَاءَ.''

''عورتوں کا نکاح کفو ہی میں کراؤ۔'' (المعجم الاوسط: حدیث 3)

مسئلہ کفاءت عصر حاضر کے تناظر میں

مجلسِ شرعی کے فیصلے کے مطابق موجودہ دور میں کفو میں عموماً ۵ چیزوں کا لحاظ کیا گیا ہے:

(۱) آبائی مسلمان یا نومسلم ہونا (۲) نسب (۳) مال و دولت (۴) تقویٰ و دین داری (۵) صنعت وحرفت یعنی پیشہ۔

اِسلام میں کفاءت:

آبائی مسلمان اپنی لڑکیوں کا کسی نومسلم سے نکاح کرنا باعثِ عار سمجھتے ہیں مگر اِس کا اثر قبولِ اسلام پر پڑ سکتا ہے، نومسلم کو اگر اپنا یا اپنی اولاد کا رِشتہ مسلمانوں میں نہ ملے تو اندیشہ ہے کہ وہ اپنے قدیم مذہب پر پھر پلٹ جائے یا دوسرا غیر مسلم جو اِسلام لانا چاہتا ہے یہ حال دیکھ کر قبول اِسلام پر آمادہ ہی نہ ہو، اِس لیے ضرورت اِس بات کی ہے کہ جو بھی صدقِ دل سے ایمان لائے اُس کی توقیر کی جائے اور اُس کے یا اُس کی اولاد کے رِشتے کے لیے راہ پیدا کی جائے اور اپنے معاشرے میں اُسے باوقار بنایا جائے۔

یعنی اب نومسلم لڑکے کا نکاح ایسی لڑکی سے جائز ہے جس کے گھر نسل در نسل اِسلام چلا آ رہا ہے۔

نسب میں کفاءت:

نسب کا اِعتبار اُن لوگوں میں ہے جن کا نسب محفوظ ہے خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی۔ اُن کے سوا اہلِ عجم کا حال یہ ہے کہ اُن کا شجرۂ نسب محفوظ نہیں۔ اِس لیے اُن میں نسب کا اِعتبار بھی نہیں۔ ہاں اُن میں قومیت بمعنٰی ذات و برادری کا اِعتبار ہوتا ہے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

مال میں کفاءت:

مال کا اِعتبار صرف اِس حد تک ہے کہ مرد بھکاری یا خانہ بدوش نہ ہو، عزت کے ساتھ کھاتا پیتا ہو، اور اُس کے پاس اِتنا مال ہو کہ مہر معجّل اور نفقہ کی ادائیگی پر قادر ہو۔ اِس کی ضرورت نہیں کہ مرد مال میں عورت کے برابر ہو۔

دین داری میں کفاءت:

دین داری کا اِعتبار ہے اور ہونا چاہیے، اِس لیے کہ ایک صالح اور پرہیز گار کے لیے اپنی لڑکی کو کسی فاسق اور غیر دین دار کے نکاح میں دینا باعثِ ننگ و عار ہے۔ مگر اِس بارے میں اب عرف بدل چکا ہے، اب فسق کی زِیادتی اور دین پر عمل سے دوری بڑھتی جارہی ہے۔ مرد و زن، لڑکے اور لڑکیاں سب اِس خرابی کے شکار ہیں۔ اِس لیے اب صالح افراد کو بھی غیر صالح لوگوں میں رِشتہ کرنا پڑتا ہے اور کوئی اِسے عار نہیں سمجھتا، تاہم دین دار لوگوں کو چاہیے کہ حتی الامکان اِس کا لحاظ رکھیں اور جو خاندان یا فرد دین سے بہت بے پروا ہو اُس سے پرہیز کریں ورنہ شریعت سے بے پروائی اور بے با کی وخدا ناترسی کے اثرات ونتائج بہت افسوس ناک اور خطرناک ہوتے ہیں۔

دین وعقیدے کی دُرُستی نکاح کی صحت کے لیے بہر حال ضروری ہے۔ لوگوں کا حال

وخیال جو بھی ہو ایک صحیح العقیدہ کا نکاح کسی فاسد العقیدہ سے نہیں ہوسکتا۔

پیشے میں کفاءت:

پیشے تین طرح کے ہیں:

﴿۱﴾ **حرام**، جیسے چوری، ڈکیتی، جسم فروشی، شراب فروشی، رِشوت لینا، ظالموں کی نوکری، سودی کاروبار وغیرہ۔

﴿۲﴾ **خسیس** یعنی گھٹیا پیشے، جیسے بیت الخلا اور اِستنجا خانے، اُن کی ٹنکیاں اور گندے نالے وغیرہ صاف کرنے کے پیشے، مُردار کی کھال سکھانے اور اُن میں نمک لگانے کے پیشے اور اِسی طرح کے دوسرے پیشے جن میں ناپاک یا گھن والی چیزوں سے آلودگی ہوتی ہے۔ عرفاً یہ پیشے خسیس اور اُن سے وابستہ لوگ حقیر سمجھے جاتے ہیں۔

﴿۳﴾ **حلال اور ستھرے پیشے**، جیسے جائز تجارت، صنعت وحرفت، زَراعت، جائز ملازمت وغیرہ۔

تیسری قسم کے بعض پیشے والوں کو بھی عرفاً حقیر سمجھا جاتا تھا، مگر اُس کی بنیاد پیشہ نہیں بلکہ کچھ پست اوصاف ہیں جو اُن میں پائے جاتے تھے، وہ اوصاف جاتے رہے تو حقارت بھی جاتی رہی۔ رہا پیشہ تو بذاتِ خود اُس میں کوئی ذلت وحقارت نہیں، اور اب تو حال یہ ہے کہ ہر طرح کے پیشے سے ہر قسم کی قومیں وابستہ ہو رہی ہیں، اگر کوئی صاف ستھرا پیشہ بذات خود ذلیل ہو تو اُس سے منسلک ہونے والے اونچی قوموں کے افراد بھی حقیر اور پست شمار ہوں گے۔

شرافت ورَذالت کی بنیاد:

اگر کوئی شخص علم دین، سیادت، اخلاقِ فاضلہ تینوں یا اِن میں سے کسی ایک یا دو سے متصف ہو تو وہ شریف ہے۔ اور اگر کوئی شخص حرام یا مذکورہ خسیس پیشے سے منسلک ہو یا اُس

کی تہذیب اور عادات واوصاف میں پستی ہوتو وہ غیر شریف ہے۔مگر کفاءت کا مدار چوں کہ عرف دنیوی پر ہے اِس لیےلوگوں کے عرف میں اگر اِن میں سے کوئی معزز سمجھا جاتا ہو تو وہ بھی شریف اور معزز شمار ہوگا جیسے ناجائز محکموں اور ظالم حکام کے ملازموں کو عرفاً ذلیل نہیں، بلکہ باعزت شمار کیا جاتا ہے۔

اہلِ عجم میں قومیت کی بنیاد:

قومیت یعنی ذات برادری کی بنیاد چار چیزوں پر ہے:

﴿۱﴾ نسب، جن کا نسب محفوظ ہے اُن کی قومیت اُن کے نسب کی بنیاد پر ہے، جیسے سادات ِکرام جن کا نسب محفوظ ہے۔

﴿۲﴾ پیشہ، جیسے بنکر، نداف، خیاط وغیرہ جن کے نام اُن کے پیشوں کی طرف منسوب ہیں۔

﴿۳﴾ مسکن کی طرف نسبت جیسے مغل، ناگوری، مارواڑی وغیرہ۔

﴿۴﴾ اشخاص کی طرف نسبت، جیسے خان۔

(مجلس شرعی کے فیصلے: ۵۵واں فیصلہ، ص۴۱۴۔۴۱۷)

غیر کفو میں نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟

اگر کوئی عاقلہ وبالغہ لڑکی اپنا نکاح بغیر ولی کی رِضا مندی کے غیر کفو میں کرلے تو نکاح منعقد ہوجائے گا۔لیکن لڑکی کے اولیا کو بذریعۂ عدالت یعنی قاضی کے ذریعہ فسخِ نکاح کا اِختیار رہے گا۔جب تک لڑکی ماں نہ بن جائے، ماں بننے کے بعد یہ اِختیار ختم ہوجائے گا۔

''ردالمحتار'' میں ہے:

''اَلْاِعْتِرَاضُ فِی غَیْرِالْکُفْءِ فَیَفْسَخُہُ الْقَاضِی حَتّٰی تَلِدَ مِنْہُ.''

''غیر کفو میں ولی کوحقِ اعتراض حاصل ہوگا، قاضی کے ذریعے نکاح کو فسخ کرا سکتا ہے جب تک لڑکی بچہ نہ جن دے۔''

مجلسِ شرعی کے فیصلے میں غیر کفو میں نکاح کے متعلق لکھا ہے:

''موجودہ حالات اِس بات کے متقاضی ہیں کہ اب اصلِ مذہب کی طرف رُجوع ہو اور رِوایتِ ظاہرہ کو اِختیار کرتے ہوئے یہ حکم دیا جائے کہ عاقلہ، بالغہ نے بے اذنِ ولی اگر اپنا نکاح مسلمان غیر کفو سے کرلیا تو وہ نکاح جائز و درست ہوگا۔''

اُسی میں کفو کی بحث کے اختتام پر یہ تحریر ہے:

''مندوبین نے کافی بحث و تمحیص اور بہت گہرائی سے نظر کرنے کے بعد فیصلہ اِسی پر کیا کہ اب اصلِ مذہب اور رِوایتِ ظاہرہ پر فتویٰ ہوگا اور اِسی میں بھلائی ہے''

(مجلس شرعی کے فیصلے: ص ۴۱۹، فیصلہ ۵۵، انیسواں فقہی سیمنار منعقدہ جنوری ۲۰۱۲)

خلاصۂ کلام:

نکاح کے لیے لڑکے اور لڑکی میں ہر ممکن حد تک مناسبت کا لحاظ کیا جائے۔ بے جوڑ اور غیر مناسب رِشتوں سے بچا جائے تاکہ دونوں میں ہم آہنگی، مطابقت و موافقت اور الفت و محبت ہو۔ البتہ شریعتِ اِسلامیہ میں سب سے زِیادہ جس چیز کا لحاظ رکھا گیا ہے وہ دین داری اور تقوی و پرہیزگاری ہے۔

اِس کے تحت ہم کچھ احادیث بھی ذکر کریں گے جن میں اللہ کے رسول ﷺ نے حسب و نسب اور مال و جمال سے قطعِ نظر دین دار عورت سے نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے۔

نکاح کیسی عورت سے کرنا چاہئے؟

نکاح کرنے میں دین دار عورت کو ترجیح دینا چاہئے۔ ''صحیح مسلم'' کی رِوایت ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''**تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفُرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ.**''

ترجمہ: ”عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے:
(۱) اُس کے مال کی وجہ سے (۲) حسن و جمال کی وجہ سے (۳) خاندانی شرافت کی وجہ سے (۴) اُس کی دین داری کی وجہ سے۔ (اے ابو ہریرہ!) تم دین دار عورت کو ترجیح دو۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم خسارے میں رہو گے۔“ (صحیح مسلم: حدیث 1466)

دین دار عورت سے نکاح کرنے کی حکمت:

مذکورہ حدیث کی مزید وضاحت ”سنن ابنِ ماجہ“ کی رِوایت سے ہو جاتی ہے۔ جسے حضرت عبداللہ ابنِ عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لَا تَزَوَّجُوْا النِّسَاءَ لِحُسْنِهِنَّ، فَعَسٰى حُسْنُهُنَّ أَنْ يُرْدِيَهُنَّ، وَلَا تَزَوَّجُوْهُنَّ لِأَمْوَالِهِنَّ، فَعَسٰى أَمْوَالُهُنَّ أَنْ تُطْغِيَهُنَّ، وَلَكِنْ تَزَوَّجُوهُنَّ عَلَى الدِّينِ.“

ترجمہ:

”عورتوں سے اُن کے حسن کے سبب نکاح نہ کرو، ممکن ہے اُن کا حسن اُنھیں (پستی میں گرادے) اور عورتوں سے اُن کے مال کے سبب نہ نکاح کرو، ممکن ہے کہ اُن کا مال اُنھیں سرکشی پر آمادہ کرے۔ عورتوں سے اُن کے دین (دین داری) کے سبب نکاح کرو۔“
(سنن ابن ماجہ: حدیث 1859)

دین دار عورت سے نکاح نہ کرنے کا وبال:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے، نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

”إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوْهُ إِلَّا تَفْعَلُوْا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيْضٌ.“

ترجمہ:

”جب تمھیں ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کا دین و اخلاق تمھیں پسند ہو تو تم اُس

سے نکاح کر دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ وفساد برپا ہوگا۔''

(سنن ترمذی: حدیث 1084)

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

بے ادب ماں باادب اولاد جن سکتی نہیں
معدنِ زر معدنِ فولاد بن سکتی نہیں

غیر برادری میں شادی کرنا کیسا؟

آج کل ذات برادری کی بنیاد پر شادیاں کی جاتی ہیں۔ یوں تو اپنی برادری میں شادی کرنا بالکل جائز ہے۔ لیکن غیر برادری میں شادی کرنے کو گویا لوگوں نے ناجائز وحرام سمجھ رکھا ہے۔ یعنی اگر کوئی غیر برادری میں شادی کرلے تو معاشرے میں اُسے نیچی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اُس کو اپنی برادری میں کوئی رِشتہ نہیں ملا۔ یعنی آج عزت و عظمت کا معیار لوگوں نے ذات و برادری کو بنالیا ہے۔ اور ایسا لگتا ہے کہ ذات و برادری کو ہی لوگ کفو سمجھ بیٹھے ہیں۔ حالاں کہ جو برادریاں پیشوں کی بنیاد ہیں اُن میں کفو اور غیر کفو کا لحاظ پیشوں کی بنیاد پر کیا جائے گا۔ مثلاً: دھوبی، موچی، کمہار، وغیرہ لیکن جو برادریاں پیشوں کی بنیاد پر نہیں ہیں مثلاً: شیخ، خان، انصاری، بنجارا وغیرہ تو اُن میں کفو کا لحاظ برداری کی بنیاد پر نہیں بلکہ دیگر چیزوں میں کیا جائے گا۔

جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمہ اللہ ''فتاوی رضویہ'' میں لکھتے ہیں:

''عوام کے محاورہ میں غیر کفو اُسے کہتے ہیں جو اپنا ہم قوم نہ ہو مثلاً سیِّد و شیخ یا شیخ اور پٹھان یا پٹھان اور مغل، ایسا غیر کفو اگر اُس شرعی معنی پر غیر کفو نہ ہو تو بالغہ کا بے اِذنِ ولی بلکہ بناراضیِ ولی اُس سے نکاح کر لینا جائز ہے اور ولی کو اُس پر کوئی حقِ اِعتراض نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ شریف جدید ۱۱/۲۸۲، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ذات پات کی بنیاد پر عزت وکرامت کا تصور قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

سورۂ حجرات میں اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے:

”یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ.“

ترجمہ:

”اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوا) علیہما السلام سے پیدا کیا اور تمھیں شاخوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو! بے شک! اللہ کے نزدیک تم میں زِیادہ عزت والا وہی ہے جو زِیادہ متقی و پرہیزگار ہے۔“

(سورہ حجرات: آیت ۱۳)

احادیثِ طیبہ میں بھی ذات برادری، رنگ ونسل کے بھید بھاؤ کو ختم کر کے تقویٰ و پرہیزگاری کو اِنسان کے اشرف واعلیٰ ہونے کا معیار قرار دیا گیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”النَّاسُ كَأَسْنَانِ الْمُشْطِ.“

”تمام لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں۔“

(مسند الشہاب القضاعی: حدیث 195)

حجۃ الوداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جامع خطبہ:

”**شعب الایمان**“ کی حدیث ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایامِ تشریق میں خطبہ دیا، آپ نے فرمایا:

”یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ، اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَاِنَّ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ، اَلَا! لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰى اَسْوَدَ، وَلَا اَسْوَدَ

عَلٰی أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوٰی الخ.“

ترجمہ:

”اے لوگو! یقیناً تمھارا مالک ایک ہے، اور تمھارے والد بھی ایک ہیں۔سن لو! کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے مگر تقویٰ و پرہیز گاری سے۔“

(شعب الایمان: حدیث 4774)

علامہ اقبال کہتے ہیں:

منفعت ایک ہے اِس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک ہے
حرمِ پاک بھی ، اللہ بھی ، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟
یوں تو سیّد بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

پیغامِ نکاح دینے کا مسنون طریقہ:

پیغامِ نکاح دینے کے مسنون اور شرعی طریقے جو احادیث سے ماخوذ ہیں:

❁ کوئی شخص اپنی بیٹی یا بہن کا پیغامِ نکاح لڑکے والوں کے یہاں خود لے کر جائے۔ جیسا کہ ”صحیح بخاری“ میں ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”أَتَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ.“

''میں نے اپنی بیٹی سیّدہ حفصہ کا پیغامِ نکاح حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو دیا۔''
(صحیح بخاری: حدیث 5122)

❁ کسی نیک آدمی کے ذریعے جو معتمد، متقی اور دیانتدار ہو پیغامِ نکاح بھیجے۔
جیسا کہ ''صحیح بخاری'' کی روایت ہے۔

''وَخَطَبَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ امْرَأَةً هُوَ أَوْلٰى النَّاسِ بِهَا،فَأَمَرَ رَجُلًا فَزَوَّجَهُ.''

''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے نکاح کرنا چاہا تو ایک شخص کو حکم دیا پھر اُس نے آپ کا نکاح کرایا۔'' (صحیح بخاری: حدیث 5130)

❁ کوئی عورت خود کسی شخص کو پیغامِ نکاح دے، لیکن یہ مروّت کے خلاف ہے۔
''صحیح بخاری'' میں ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جَاءَ تِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم تَعْرِضُ عَلَيْهِ نَفْسَهَا.''

''ایک عورت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئی، اُس نے خود کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا۔''
(صحیح بخاری: حدیث 6123)

❁ خود کوئی شخص اپنے لیے دوسرے کی لڑکی کا رِشتہ مانگے۔
جیسا کہ ''سننِ نسائی'' کی رِوایت ہے۔

''خَطَبَ أَبُوْبَكْرٍ،وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَاطِمَةَ،فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: إِنَّهَا صَغِيْرَةٌ فَخَطَبَهَا عَلِيٌّ، فَزَوَّجَهَا مِنْهُ.''

''حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کا پیغام دیا۔ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ چھوٹی ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیغامِ نکاح دیا تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کرا دیا۔
(سنن نسائی: حدیث 3221)

۞ کوئی مرد خود کسی عورت کو پیغامِ نکاح دے۔

''**مسندِ احمد**'' کی رِوایت ہے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

'' فَخَطَبْتُ جَارِيَةً فَكُنْتُ اَتَخَبَّاُ لَهَاحَتّٰى رَأَيْتُ مِنْهامَا دَعَانِي إِلٰى نِكَاحِهَافَتَزَوَّجْتُهَا.''

''میں نے ایک لڑکی کو پیغامِ نکاح دیا اور چھپ کر اُسے دیکھ لیا، یہاں تک کہ میں نے اُس کی وہ خوبی بھی دیکھ لی جس نے مجھے نکاح کی جانب راغب کیا۔ لہٰذا میں نے اُس کے ساتھ نکاح کر لیا۔'' (مسند احمد: حدیث 14626)

اِن طریقوں میں بہتر اور مناسب طریقہ یہ ہے کہ لڑکے کے ولی و سرپرست پیغامِ نکاح دیں یا پھر کسی معتمد شخص کے ذریعہ پیغام بھجوایا جائے۔ ہندوستان میں یہی رائج ہے۔

نکاح سے پہلے لڑکے کا لڑکی کو دیکھنا یا دکھوانا:

بعض علاقوں میں یہ رِواج ہے کہ شادی سے پہلے لڑکا لڑکی کو نہیں دیکھ سکتا، گویا کہ اِس عمل کو لوگ ناجائز و معیوب سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ شادی سے پہلے لڑکا لڑکی کو دیکھ سکتا ہے، اور یہ دیکھنا مستحب ہے، احادیثِ طیبہ سے بھی اِس کا ثبوت ملتا ہے۔

جیسا کہ ''**مسندِ احمد**'' کی رِوایت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے نکاح کرنے کا اِرادہ کیا تو حضورِ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

''اِذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ اَحْرٰى اَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا فَفَعَلَ فَتَزَوَّجَهَا فَذَكَرَ مِنْ مُوَافَقَتِهَا.''

ترجمہ: ''جاؤ! اُسے دیکھ لو۔ کیوں کہ یہ زِیادہ مناسب ہے۔ اِس سے تم دونوں کے درمیان محبت قائم رہے گی۔ اُنھوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر اُس عورت سے نکاح کیا۔ بعد میں نبیِ

اکرم ﷺ سے اُنھوں نے اپنی بیوی کی موافقت اور عمدہ تعلق کا بھی ذکر کیا۔‘‘

(مسند احمد: حدیث 18179)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا أَرَادَ أَنْ يَتَزَوَّجَ امْرَأَةً، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ’’اُنْظُرْ اِلَيْهَا فَإِنَّ فِي أَعْيُنِ الْأَنْصَارِ شَيْئاً.‘‘

ترجمہ:

’’ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کرنا چاہا تو نبیِ کریم ﷺ نے اُس سے فرمایا: ’’اُسے دیکھ لو۔ کیوں کہ انصار کی آنکھوں میں کچھ عیب ہوتا ہے۔‘‘ (سنن نسائی: حدیث 3247)

اِن دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ نکاح سے پہلے لڑکی کو دیکھنا جائز ہے۔

اور یہ دیکھنا میاں بیوی کے درمیان الفت و محبت کا سبب بھی بنتا ہے۔

دیکھنے یا دکھوانے کا بہتر طریقہ:

شادی سے پہلے لڑکا لڑکی کو کس طرح دیکھے؟ اِس کا طریقہ بھی حدیث پاک میں موجود ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’إِذَا خَطَبَ احَدُكُمُ الْمَرْأَةَ فَإِنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلٰى مَايَدْعُوْهُ إِلٰى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ. قَالَ فَخَطَبْتُ جَارِيَةً فَكُنْتُ اَتَخَبَّأُ لَهَا حَتّٰى رَأَيْتُ مِنْهَا مَا دَعَانِي إِلٰى نِكَاحِهَا فَتَزَوَّجْتُهَا.‘‘

ترجمہ:

’’جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو پیغامِ نکاح دے پس اگر وہ اُس کی اُن خوبیوں کو دیکھ سکتا ہو جو اُس عورت سے نکاح پر مائل کریں تو وہ ضرور ایسا کرے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک لڑکی کو پیغامِ نکاح دیا اور چھپ کر اُسے دیکھ لیا یہاں تک کہ میں

نے اُس کی وہ خوبی بھی دیکھ لی جس نے مجھے نکاح کی جانب راغب کیا۔ لہٰذا میں نے اُس کے ساتھ نکاح کرلیا۔'' (مسند احمد: حدیث 14626)

مفتی احمد یار خاں اشرفی نعیمی رحمہ اللہ ''مرأۃ المناجیح'' لکھتے ہیں:

نکاح سے پہلے لڑکی کو دیکھنا یا دکھوالینا مستحب ہے، پیغامِ نکاح دینے سے پہلے لڑکی کو بغیر بتائے لڑکا کسی بہانے سے دیکھ لے اور لڑکی کو پتہ بھی نہ چلے، باضابطہ لڑکی کو دیکھنے کے لیے تیار نہ کیا جائے اور نہ اُس کا انٹرویو لیا جائے جیسا کہ بعض جاہل عوام میں یہ رائج ہے۔ اور دیکھنے کا مطلب لڑکی کا چہرہ دیکھنا ہے کہ حسن و قبح چہرے ہی میں ہوتا ہے۔

(مرأۃ المناجیح: ۵/۱۱۔۱۲)

پیغامِ نکاح دینے سے پہلے اور بغیر بتائے دیکھنے میں حکمت یہ ہے کہ اگر بعدِ پیغام بتا کر لڑکی کو دیکھے گا تو ہوسکتا ہے لڑکا، لڑکی کو پسند نہ کرے اور اِس سبب سے لڑکی کو تکلیف ہوگی اور اُس کی دل شکنی ہوگی۔ اِس لیے بغیر بتائے دیکھنا زیادہ مناسب اور بہتر ہے۔

اور اگر لڑکا لڑکی کو خود نہ دیکھیں تو کسی معتبر و معتمد عورت کے ذریعہ دکھوالے۔ یہ بھی بہتر طریقہ ہے۔

حضرت صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جس سے نکاح کرنا ہو اُسے کسی معتبر عورت کو بھیج کر دکھوالے اور عادات و اطوار و سلیقہ وغیرہ کی خوب جانچ کرلے کہ آئندہ خرابیاں پیدا نہ ہوں۔ (بہار شریعت: ۲/۱۳۲)

کن عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں؟

جن عورتوں سے نکاح جائز نہیں اُنھیں ''مُحَرَّ مات'' کہا جاتا ہے، اورقرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے محرماتِ نکاح کی مکمل تفصیل بیان فرمائی ہے۔

''سورۂ نسا'' میں اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

''حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا.''

''وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ.''

ترجمہ:

''حرام کردی گئیں تم پر تمھاری مائیں، تمھاری بیٹیاں، تمھاری بہنیں، تمھاری پھوپھیاں، تمھاری خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں، تمھاری وہ مائیں جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا، تمھاری رِضاعی بہنیں، تمھاری بیویوں کی مائیں اورتمھاری بیویوں کی بیٹیاں جوتمھاری گودوں میں (پرورش پارہی ہیں) اُن بیویوں سے جن سے تم صحبت کرچکے ہواوراگرتم نے صحبت نہ کی ہواُن بیویوں سے تو کوئی حرج نہیں تم پر (اُن کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں) اور (حرام کی گئیں) تمھارے اُن بیٹوں کی بیویاں جوتمھاری پشتوں سے ہیں اور (یہ بھی حرام ہے) کہ جمع کروتم دو بہنوں کومگر جوگزر چکا (سومعاف ہے) یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔''

اور (حرام ہیں) خاوندوں والی عورتیں مگر (کافروں کی وہ عورتیں) جو تمھاری ملکیت میں آ جائیں ۔فرض کیا ہے اللہ نے (اِن احکام) کو تم پر اور حلال کردی گئیں ہیں تمھارے لیے ماسوا اُن کے۔

مذکورہ آیات میں جو محرماتِ نکاح بیان کی گئی ہیں وہ چار طرح کی عورتیں ہیں:

﴿۱﴾......محرماتِ نسب:

وہ عورتیں جن سے نسبی تعلق کی وجہ سے نکاح کرنا حرام ہے وہ سات طرح کی ہیں۔

- ماں......(سگی ہو یا سوتیلی، اِسی طرح نانی اور دادی وغیرہ)
- بیٹی......(پوتی اور نواسی بھی)
- بہن......(سگی ہو یا سوتیلی یعنی ماں شریک ہو، یا باپ شریک)
- پھوپھی......(والد کی بہن، سگی ہو یا سوتیلی)
- خالہ......(ماں کی بہن، سگی ہو یا سوتیلی)
- بھتیجی......(بھائی کی بیٹی، سگی ہو یا سوتیلی)
- بھانجی......(بہن کی بیٹی، سگی ہو یا سوتیلی)

﴿۲﴾......محرماتِ رِضاعت:

وہ عورتیں جن سے دودھ کے رِشتے کی وجہ سے نکاح کرنا حرام ہے۔

یعنی رِضاعی ماں، رِضاعی بیٹی، رِضاعی بہن، رِضاعی پھوپھی، رِضاعی خالہ، رِضاعی بھتیجی اور رِضاعی بھانجی وغیرہ، بشرطیکہ (دو یا ڈھائی سال) سے پہلے پہلے دودھ پلایا گیا ہو۔اگر ڈھائی سال کے بعد دودھ پیا تو دونوں کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے۔لیکن دو یا ڈھائی سال کے بعد بچے کو دودھ پلانا ناجائز و گناہ ہے۔

﴿۳﴾......محرماتِ مُصَاہَرت:

وہ عورتیں جن سے سُسرالی رِشتے کی وجہ سے نکاح کرنا حرام ہے۔

یعنی ساس، بیوی کی پہلے شوہر سے بیٹی، لیکن ضروری ہے کہ بیوی سے وطی کر چکا ہو۔

بیٹے کی بیوی (بہو) یعنی اگر بیٹا اپنی بیوی کو طلاق دے دے یا مر جائے تو باپ اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی نہیں کرسکتا۔

﴿۴﴾......محرمات بجمع بین المحارم:

دو محرم عورتوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔

یعنی بیک وقت دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے۔اِسی طرح پھوپھی اور اُس کی بھتیجی، خالہ اور اُس کی بھانجی کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا جائز نہیں۔

دوسرے کی بیوی سے نکاح کرنا:

ہمارے معاشرے میں ایک برائی بہت تیزی سے پھیل رہی ہے وہ یہ کہ کچھ شادی شدی خواتین جن کے شوہر کاروبار کے سلسلے میں باہر رہتے ہیں یا وہ عمر دراز ہوگئے ہیں تو وہ اپنے شوہر سے طلاق لیے بغیر دوسرے مرد سے نکاح کر لیتی ہیں۔یعنی وہ اپنے پہلے شوہر کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتیں اور دوسرے مرد سے نکاح بھی کرنا چاہتی ہیں۔

جب کہ کسی بھی شادی شدہ عورت کے لیے ہرگز یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے نکاح میں رہتے ہوئے دوسرے سے نکاح کرے۔کیوں کہ یہ نکاح نہیں بلکہ خالص زِنا اور حرام کاری ہے۔جو بھی اولاد ہوگی وہ ولدالزنا کہلائے گی اور تمام آپسی تعلقات حرام ہوں گے۔

یعنی جو عورت پہلے سے کسی شخص کے نکاح میں ہے اُس کا نکاح کسی دوسرے مرد سے نہیں ہوسکتا۔جب تک طلاق، خلع، تنسیخ یا وفاتِ زوج سے نکاح ختم نہ ہو جائے اور عدتِ

طلاق یا عدتِ وفات پوری نہ ہو جائے۔اگر اِن میں سے کوئی امر واقع نہ ہو تو شوہر اور بیوی ایک دوسرے سے چاہے جتنا عرصہ جدا رہیں اُن کا نکاح ختم نہیں ہوگا۔

قرآن پاک میں ہے:

"وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ."

"اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں۔" (نسا: آیت ۲۴)

امام محمد جریر طبری نے "تفسیر جامع البیان" میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک رِوایت نقل کی ہے، آپ فرماتے ہیں:

"كُلُّ امْرَأَةٍ لَهَا زَوْجٌ فَهِيَ عَلَيْكَ حَرَامٌ."

"ہر وہ عورت جس کا کوئی شوہر ہو تو وہ تم پر حرام ہے۔"

"سنن کبریٰ" میں حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرمایا:

"كُلُّ ذَاتِ زَوْجٍ إِتْيَانُهَا زِنًا إِلَّا مَا سَبَيْتَ."

"ہر شوہر والی عورت سے ہم بستری کرنا زِنا ہے مگر جس کو تم نے قیدی بنالیا۔"

"فتاویٰ ہندیہ" میں ہے:

"لَا يَجُوْزُ لِلرَّجُلِ أَنْ يَتَزَوَّجَ زَوْجَةَ غَيْرِهٖ."

"کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسرے کی بیوی سے شادی کرے۔"

(فتاوی ہندیہ: ۲۸۰/۱)

خلاصہ یہ کہ جو عورت پہلے سے کسی کے نکاح میں ہو تو اُس کا نکاح کسی دوسرے مرد نہیں ہوسکتا، لیکن اگر شوہر اپنی بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتا ہے یا بیوی کے پاس کوئی شرعی مجبوری ہو اور شوہر طلاق بھی نہ دیتا ہو کہ یہ عورت کسی دوسرے سے شادی کرلے، پھر عورت نے بغیر طلاق لیے ہی کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلیا تو شوہر اوّل بھی گناہ گار ہوگا۔

غیر مسلم سے شادی کرنا:

عشق ومحبت اور پیار کرنا، کسی سے Love کرنا آج ایک عام سی بات ہوگئی ہے۔ پہلے تو مسلم لڑکا لڑکی ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔لیکن اب حال یہ ہے کہ کچھ نام نہاد مسلم خواتین غیر مسلم لڑکوں کی محبت کے جال میں پھنس جاتی ہیں۔

عشق ومحبت کا رِشتہ آگے بڑھتا ہے، بات شادی تک پہنچ جاتی ہے،لڑکی جب اپنے غیر مسلم عاشق سے شادی کرنا چاہتی ہے تو وہ کہتا ہے پہلے تمھیں اپنا اِسلام مذہب چھوڑنا ہوگا اور ہندو دھرم اپنانا ہوگا تبھی ہماری شادی ہو پائے گی۔

مسلم لڑکی ایک غیر مسلم لڑکے کے عشق میں اندھی ہوکر اپنا دین وایمان چھوڑ کر ہندو رسم و رِواج کے مطابق اُس سے شادی کر لیتی ہے۔

ٹائمس آف انڈیا کے سروے کے مطابق پچھلے تین سالوں میں ۴۰ ہزار سے زائد مسلم لڑکیوں نے غیر مسلموں سے شادی کی ہے۔اور دن بدن اِس تعداد میں اِضافہ ہی ہو رہا ہے۔

اور تو اور جن مسلم لڑکیوں نے غیر مسلموں سے شادی کی شادی کے بعد وہ لڑکے اُن کی عزت وآبرو کو پامال کر کے چھوڑ دیتے ہیں، یا مار دیتے ہیں۔

شریعت اِسلامیہ میں مسلمان لڑکی غیر مسلم ہندو لڑکے سے شادی نہیں کرسکتی۔

''سورۂ بقرہ'' میں اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے:

'' وَلَا تَنْکِحُوْا الْمُشْرِکٰتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ،وَ لَاَمَۃٌ مُّؤْمِنَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکَۃٍ وَّ لَوْاَعْجَبَتْکُمْ،وَ لَا تُنْکِحُوْاالْمشْرِکِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْاوَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکٍ وَّ لَوْاَعْجَبَکُمْ اُولٰٓئِکَ یَدْعُوْنَ اِلَی النَّارِوَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلَی الْجَنَّۃِ وَ الْمَغْفِرَۃِ بِاِذْنِہٖ.''

ترجمہ:

''اور نہ نکاح کرو مشرک عورتوں سے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔اور بے شک

مسلمان باندی بہتر ہے (آزاد) مشرک عورت سے اگر چہ وہ بہت پسند آئے تمھیں۔ اور نہ نکاح کر دیا کرو (اپنی عورتوں کا) مشرکوں سے یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں اور بے شک مومن غلام بہتر ہے (آزاد) مشرک سے، اگر چہ وہ تمھیں پسند آئے۔ وہ لوگ تو بلاتے ہیں دوزخ کی طرف اور اللہ تعالیٰ بلاتا ہے جنت و مغفرت کی طرف اپنی توفیق سے۔ (بقرۃ: آیت ۲۲۱)

اِس آیتِ کریمہ میں بالکل واضح انداز میں بیان کر دیا گیا کہ مسلمان لڑکی کسی مشرک سے شادی نہیں کرسکتی، اِسی طرح کوئی مسلمان لڑکا کسی مشرکہ سے نکاح نہیں کرسکتا۔

اگر کوئی مسلمان لڑکی کسی غیر مسلم ہندو سے شادی کرنا چاہتی ہے تو اُس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے غیر مسلم ہندو لڑکا اپنی رِضامندی اور خوشی سے اِسلام قبول کرے اگر بغیر اِسلام قبول کیے مسلم لڑکی اُس سے شادی کر لیتی ہے اُس کے دین سے راضی ہو کر تو اُس کی شادی نہیں ہوگی۔ اور وہ لڑکی بھی کافر و مرتد ہو جائے گی۔

اُن دونوں کا آپس میں رہنا سہنا، اُٹھنا بیٹھنا، بات چیت کرنا اور کھانا پینا سب ناجائز وحرام ہوگا اور جو جسمانی تعلقات قائم ہوں گے وہ سب زِنا کاری وحرام کاری ہوگی۔

کن عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے؟

مذکورہ عورتوں کے علاوہ باقی تمام عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔

زانیہ/حاملہ عورت سے نکاح کیوں کر جائز؟

آج کل ہمارے معاشرے میں ایک دوسری برائی بھی بہت تیزی سے پھیل رہی ہے وہ یہ کہ کچھ ماڈرن قسم کے لڑکے لڑکیاں عشق ومحبت کے دامِ فریب میں مبتلا ہو کر زِنا کر بیٹھتے ہیں۔ پھر سماج کی بدنامی کے ڈر سے اُن کا نکاح کرا دیا جاتا ہے۔ ایسے نکاح کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ کیا شریعت ایسے نکاح کو قبول کرتی ہے؟ ملاحظہ کریں!

اگر کسی عورت سے مثلاً زید نے زِنا کر لیا (العیاذ باللہ) اور زِنا کرنے کے بعد وہ

عورت زِنا کی وجہ سے حاملہ بھی ہوگئی تو زید اُس حاملہ عورت سے نکاح کرسکتا ہے۔عورت کو عدت گزارنے کی بھی ضرورت نہیں۔اور جب زید نکاح کرلے گا تو حمل کے دوران اپنی بیوی سے ہم بستری بھی کرسکتا ہے۔کیوں کہ عورت کے رحم میں اُسی کا نطفہ ہے۔

''فتاوی ہندیہ''میں ہے:

''لَاتَجِبُ الْعِدَّةُ عَلَى الزَّانِيَةِ.''

''زانیہ عورت پر عدت واجب نہیں ہے۔'' (فتاوی ہندیہ:۱/۵۲۶)

''فتاویٰ شامی''میں ہے:

''لَوْ نَكَحَهَا الزَّانِي حَلَّ لَهُ وَطْؤُهَا اتِّفَاقًا.'' (ردالمحتار:۳/۳۹)

''اگرزانی،زانیہ سے نکاح کرلےتو اُس کے لیے بالاتفاق وطی کرنا جائز ہے۔''

لیکن اگراُس عورت سے زید نکاح نہ کرے بلکہ کوئی دوسرا شخص نکاح کرنا چاہے یعنی ایسا شخص جس نے اُس عورت کے ساتھ زِنا نہیں کیا تو یہ دوسرا شخص اُس عورت سے نکاح کرسکتا ہے۔عورت حمل سے یا نہ ہو۔لیکن اگر زانیہ عورت حمل سے ہوتو جب تک بچہ کی وِلادت نہ ہو اُس وقت تک ہم بستری جائز نہ ہوگی۔کیوں کہ عورت کے رحم میں جو بچہ ہے وہ دوسرے مرد کا ہے۔

''فتاویٰ شامی''میں ہے:

''وَإِنْ حَرُمَ وَطْؤُهَا وَدَوَاعِيْهِ حَتّٰى تَضَعَ.'' (ردالمحتار:۳/۳۹)

''وطی اور وطی پر اُبھارنے والے اُمور حرام ہیں یہاں تک کہ وہ بچہ جن دے۔''

محبت کی شادی (Love Marriage):

طرفین کی محبت میں اللہ تعالیٰ کی شرعی حدود نہیں توڑی گئیں اور محبت کرنے والوں نے کسی معصیت کا اِرتکاب نہیں کیا تو اُمید کی جاسکتی ہے کہ ایسی محبت سے انجام پانے والی شادی کامیاب ہوگی۔

اِس لیے کہ جب کسی مرد کا دل کسی لڑکی سے وابستہ ہو جس سے اُس کا نکاح جائز ہے یا کسی لڑکی نے کسی لڑکے کو پسند کرلیا ہو تو اُس کا حل شادی کے علاوہ کچھ نہیں۔

''سننِ ابنِ ماجہ'' کی رِوایت ہے، نبیِ کریم ﷺ نے اِرشادفرمایا:

''لَمْ نَرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلَ النِّكَاحِ.''

''دو محبت کرنے والوں کے لیے ہم نکاح کے مثل کچھ نہیں دیکھتے۔''

(سنن ابن ماجہ: حدیث 1847)

''سننِ ابنِ ماجہ'' کے حاشیہ میں سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''مذکورہ حدیثِ پاک میں لفظِ ''متحابین'' تثنیہ اور جمع دونوں کا اِحتمال رکھتا ہے۔ اور معنٰی یہ ہوگا: اگر محبت دو کے مابین ہو تو نکاح جیسے تعلق کے علاوہ اُن کے مابین کوئی اور تعلق نہیں ہوسکتا۔ اِس لیے اگر اُس محبت کے ساتھ اُن کے مابین نکاح ہو تو یہ محبت ہر دن اور زِیادہ قوی ہوگی۔''

اور اگر محبت کی شادی ایسی محبت کے نتیجہ میں انجام پائی ہو جو غیر شرعی تعلقات کی بنا پر ہو مثلا لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے سے ملاقاتیں کریں ایک دوسرے سے تنہائی میں ملیں، بوس و کنار کریں اور اِسی طرح کے دوسرے حرام کام کے مرتکب ہوں، یا موبائل فون، سوشل میڈیا کے ذریعے تعلقات میں رہیں تو اِس کا انجام برا ہی ہوگا اور یہ شادی زِیادہ دیر قائم نہیں رہے گی۔ بہت جلد اِزدِواجی تعلقات کشیدہ ہو جائیں گے۔

کیوں کہ ایسی محبت کرنے والوں نے شرعی حدود کو پامال کرتے ہوئے اپنی زِندگی کی بنیاد ہی اُس مخالفت پر رکھی ہے جس کا اُن کی اِزدِواجی زِندگی پر برا اثر ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت و توفیق بھی نہیں ہوگی، کیوں کہ معاصی کی وجہ سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔

نیز یہ کہ دونوں کے مابین شادی سے قبل جو حرام تعلقات قائم تھے وہ ایک دوسرے کو شک و شبہ میں مبتلا کرتے رہیں گے۔ شوہر یہ سوچے گا کہ ہوسکتا ہے جس طرح اِس نے

میرے ساتھ تعلقات قائم کیے تھے کسی اور سے بھی تعلقات رکھتی ہوگی۔

اِسی طرح بیوی بھی یہ سوچے گی اور شک کرے گی کہ جس طرح میرے ساتھ اِس کے تعلقات تھے کسی اور لڑکی کے ساتھ بھی ہو سکتے ہیں۔

تو اِس طرح خاوند اور بیوی دونوں ہی شک وشبہ اور سوئے ظن میں مبتلا ہو جائیں گے جس کی بنا پر جلد یا بدیر اُن کے اِزدِواجی تعلقات کشیدہ ہو جائیں گے۔

اِس لیے ہمارے خیال میں جو بھی شادی غیر شرعی تعلقات کی بنا پر انجام پائے گی وہ زِیادہ دیر کامیاب نہیں رہے گی اور اُس میں اِستقرار نہیں ہوگا۔

لیکن اگر والدین رِشتہ کا اِنتخاب کریں، عورت بھی دین دار اور حسن و جمال کی مالک ہو اور لڑکے کی رِضامندی سے یہ رِشتہ طے ہوا ہو یعنی وہ بھی اُس لڑکی سے نکاح کرنا چاہے تو پھر اُمید ہے کہ یہ شادی کامیاب اور دیرپا ہوگی۔

(Court Marriage) کورٹ میرج کرنا:

شریعتِ مطہرہ نے لڑکی اور لڑکے دونوں کو حیا، پاک دامنی، اخلاق اور معاشرت کا خیال رکھتے ہوئے اپنے ولی کی سرپرستی میں نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے، یہی شرعاً، اخلاقاً اور معاشرتاً پسندیدہ طریقہ ہے، اِسی میں دینی، دنیوی اور معاشرتی فوائد ہیں۔

لہٰذا ولی کی رِضامندی کے بغیر کورٹ میرج یا خفیہ طور پر نکاح کرنا عُرفاً شرم وحیا کے خلاف ہے اور اِنتہائی نامناسب فعل ہے جو کہ عرفاً خاندان کی بدنامی کا باعث بنتا ہے۔ نیز یہ کہ بڑوں کی سرپرستی اور دعاؤں سے خالی ہونے کی وجہ سے عموما ایسا نکاح طلاق وخلع پر منتج ہو جاتا ہے۔ اِس لیے اِس سے اِجتناب کرنا چاہیے۔

تاہم کورٹ میرج میں اگر عاقل وبالغ لڑکا اور لڑکی والدین کو لاعلم رکھ کر کفو میں شرعی ایجاب وقبول گواہانِ شرعی کی موجودگی میں کریں تو نکاح منعقد ہو جائے گا، اور اگر ایجاب

وقبولِ شرعی گواہانِ شرعی کی موجودگی میں نہ ہوتو نکاح منعقد نہ ہوگا۔

لیکن کورٹ میں عموماً ایجاب وقبول کی جگہ اِقرار و اِخبار ہوتا ہے نیز نصاب بھر شرعی گواہان بھی لازم نہیں ٹھہرائے جاتے، اِس لیے اِس امر پر خصوصی توجہ دینی چاہیئے!

چوں کہ کورٹ میں ہوتا یہ ہے کہ لڑکا، لڑکی اپنے بالغ ہونے کا ثبوت دیتے ہیں اور حاکم اِس بات کو جاننا چاہتا ہے کہ وہ دونوں بغیر دباؤ کے اپنی مرضی سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ پس بالغ ہونے اور بغیر دباؤ اپنی مرضی سے شادی کرنے کی درخواست شرعًا نہ ایجاب وقبول نہیں اور نہ گواہانِ شرعی کے حضور ہی ہونے کو مستلزم، تو رُکن وشرط دونوں مفقود ہوئے جو نکاح کی صحت کے لیے لازم تھے۔

لہٰذا جب تک شرعی ایجاب وقبول گواہانِ شرعی کے سامنے ہونا نہ ہو ہرگز کورٹ میرج سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔

اور اگر کورٹ میرج میں ایجاب وقبولِ شرعی تو گواہانِ شرعی کی موجودگی میں ہو مگر لڑکا لڑکی کا کفو نہیں ہے تو بغیر اِجازتِ ولی نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

Online آن لائن نکاح کا حکم:

سوشل میڈیا کے دور میں آن لائن نکاح کے معاملات بھی سامنے آنے لگے ہیں۔

اِنعقادِ نکاح کے لیے دولہا و دُلہن یا اُن کے وکیل کا نکاح کی مجلس میں دو مرد یا ایک مرد اور دو خواتین کے سامنے نکاح کا ایجاب وقبول کرنا شرعاً ضروری ہے۔ پس اگر دولہا و دُلہن نہ خود ایک مجلس میں ہوں اور نہ ہی اُن کے وکیل نکاح کی مجلس میں ایک جگہ پر موجود ہوں، بلکہ متفرق جگہوں پر ہوں تو ایسی صورت میں آن لائن یا فون وغیرہ پر نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوگا۔ کیوں کہ اِنعقادِ نکاح کے لیے نکاح کی مجلس کا ایک ہونا شرط ہے۔

علامہ کاسانی ''**بدائع الصنائع**''میں ایجاب وقبول کے شرائط لکھتے ہیں:

''فَهُوَ اتِّحَادُ الْمَجْلِسِ إِذَاكَانَ الْعَاقِدَانِ حَاضِرَيْنِ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ الْإِيْجَابُ وَالْقُبُولُ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ حَتّٰى لَوِ اخْتَلَفَ الْمَجْلِسُ لَا يَنْعَقِدُ النِّكَاحُ.''

ترجمہ:

''ایجاب وقبول کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ ایجاب وقبول کی مجلس ایک ہو، یعنی ایجاب جس مجلس میں ہوا اُسی مجلس میں قبول ہونا چاہیے ورنہ نکاح منعقد نہیں ہوگا۔''

(بدائع الصنائع:۲/۲۳۲)

ہاں آن لائن نکاح کرنے کی ایک جائز صورت ہے وہ یہ کہ لڑکا اپنا وکیل کسی ایسے شخص کو بنادے جو مجلسِ نکاح میں حاضر ہوکر دو گواہوں کی موجودگی میں اُس کی جانب سے نکاح کا ایجاب کرے، اور اُسی مجلس میں لڑکی یا اُس کا وکیل قبول کرلے۔ اگر اِس طریقے سے آن لائن نکاح کیا جائے تو نکاح منعقد ہوجائے گا۔

محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی نظام الدین صاحب رضوی نے بھی مذکورہ طریقے سے آن لائن نکاح کے جواز کا قول کیا ہے۔ (آپ کے مسائل:۱۳۶)

گھر سے بھاگ کر شادی کرنا:

والدین کی رِضامندی کے بغیر گھر سے بھاگ کر نکاح کرنا شرعاً، عرفاً اور اخلاقاً سخت ناپسندیدہ عمل ہے۔ اِسلامی معاشرہ میں والدین اپنی اولاد کے لیے فیصلہ کرتے ہیں، یعنی وہ اپنی اولاد کا بھلا ہی سوچتے ہیں یا اولاد والدین کو اِعتماد میں لے کر فیصلہ کرتی ہے۔ بہر حال اِن معاملات میں سرپرستی بزرگوں کی ہونی چاہیے۔

اگر لڑکا لڑکی دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہوں اور وہ دونوں شادی کرنا چاہتے ہوں تو اُس کا اِسلامی طریقہ یہ ہے کہ دونوں اپنے والدین، سرپرست وولی کو اِس کی

اِطلاع دیں۔اور اُنھیں اِس رشتے کے لیے منائیں،اگر وہ مان جائیں تو لڑکی یا لڑکے کے گھر والے پیغامِ نکاح بھیجیں۔اور لڑکی کے والدین کو بھی چاہیے کہ لڑکا اگر دین دار ہو اور اُن کا کفو ہو تو اپنی لڑکی کا نکاح اُس سے کر دیں۔

لیکن اگر کسی شرعی وجہ سے والدین راضی نہ ہوں مثلا لڑکے میں کوئی عیب ہو یا لڑکی میں کوئی خرابی ہو تو یہ بات لڑکے اور لڑکی کو بھی سمجھنا چاہیے اور دونوں کو شادی کی ضد چھوڑ دینا چاہیے۔کیوں کہ والدین کو برسہابرس کا تجربہ ہوتا ہے،کیا سہی اور کیا غلط وہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔وہ اپنی اولاد کا بھلا ہی سوچتے ہیں۔

والدین کی مرضی کے خلاف جا کر نکاح کرنا اکثر بے برکتی اور ذلت کا سبب بنتا ہے۔

لیکن اِس کے باوجود اگر عاقلہ وبالغہ لڑکی اپنی مرضی سے کفو میں کسی مسلمان مرد سے دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح کر لے تو اُس کا نکاح شرعاً منعقد ہو جائے گا۔

جیسا کہ ’’فتاوی شامی‘‘ میں ہے:

’’(فَنَفَذَ نِكَاحُ حُرَّةٍ مُكَلَّفَةٍ بِلَا) رِضَا (وَلِيٍّ) وَالْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ مَنْ تَصَرَّفَ فِي مَالِهِ تَصَرَّفَ فِي نَفْسِهِ وَمَا لَا فَلَا.‘‘

’’آزاد مکلّفہ عورت کا نکاح بغیر ولی کی رِضا مندی کے ہو جائے گا۔قاعدہ یہ ہے کہ جو تصرف اِنسان اپنے مال میں کر سکتا ہے وہ تصرف اپنی ذات میں بھی کر سکتا ہے۔‘‘

(ردالمختار:۳/۵۶۔۵۵)

بھاگ کر نکاح کرنے کی خرابیاں:

مذکورہ شرائط کے ساتھ بھاگ کر شادی کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن اِس طرح کے نکاح میں بہت ساری خرابیاں پائی جاتی ہیں:

۞ ایسے نکاح کا اِعلان وتشہیر نہیں ہو پاتی۔

۞ بھاگ کر نکاح کرنے والوں کو معاشرے میں نیچی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

۞ والدین کو ناراض کر کے یہ نکاح کیا جاتا ہے جو کہ گناہِ کبیرہ ہے۔

۞ گھر کے بزرگوں کا سایہ ختم ہو جاتا ہے۔

۞ معاشرے سے کٹ کر زِندگی گزارنا پڑتی ہے۔

۞ ایسی شادیاں دیر پا نہیں ہوتیں بہت جلد اِزدِواجی تعلقات کشیدہ ہو جاتے ہیں۔ لڑائی، جھگڑا، مار پیٹ اور طلاق تک کی نوبت آجاتی ہے۔

۞ والدین کی خوشیاں تار تار ہو جاتی ہیں، جو برسوں سے اپنی اولاد کی شادی کا ارمان سجائے ہوتے ہیں۔

۞ اپنے حق میں اِس طرح تصرف کرنا جس سے دوسرے کا حق ضائع ہوتا ہو یہ شریعت میں سخت ناپسندیدہ ہے۔ کیوں کہ اِس سے والدین کا حق ضائع ہوتا ہے۔

اِسلام میں 4/ سے زائد شادیاں جائز نہیں:

اِسلام آنے سے پہلے زمانہ ٔجاہلیت میں لوگ کئی کئی شادیاں کرتے تھے، شادی کی کوئی حد متعین نہیں تھی لیکن جب اِسلام آیا تو اُس نے شادی کی ایک حد متعین کر دی۔

اور یہ حکم دیا گیا کہ آزاد مرد کے لیے بیک وقت (ایک ہی وقت میں) چار سے زائد شادیاں کرنا عند الشرع جائز و درست نہیں ہے۔

جیسا کہ قرآن کریم اِس سلسلے میں رہنمائی کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"فَانْکِحُوْا مَاطَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ." (نسا: آیت ۳)

"تو نکاح کرو اُن عورتوں سے جو تمہیں بھا جائیں، دو دو اور تین تین اور چار چار۔"

مذکورہ بالا آیتِ مقدسہ سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ آزاد مرد کے لیے ایک وقت

میں زِیادہ سے زِیادہ چار عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے اور اِس پر تمام امّت کا اِجماع ہے کہ ایک وقت میں چار عورتوں سے زِیادہ نکاح میں رکھنا کسی کے لیے جائز نہیں سوائے رسولِ کریم ﷺ کے اور یہ آپ کے خصائص میں سے ہے۔

چار عورتوں سے نکاح کرنا اُس صورت میں جائز ہے جب مرد اپنی تمام بیویوں کے مابین عدل و انصاف قائم کر سکے ۔سب کو برابر کا حق دے سکے۔نئی ہو یا پرانی، کنواری ہو یا شادی شدہ سب اِس اِستحقاق (حق داری) میں برابر ہیں۔اور یہ عدل رات گزارنے میں بھی لازم ہے۔

ورنہ اگر کسی کو یہ خوف ہو کہ وہ اپنی بیویوں کے مابین عدل و انصاف قائم نہیں کر سکے گا تو ایسے شخص کے لیے صرف ایک ہی نکاح کرنا جائز ہوگا۔

جیسا کہ قرآن کریم میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

"فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً." (نسا: آیت ۳)

"پھر اگر تمھیں ڈر ہو کہ (بیویوں کے درمیان) انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی کرو۔"

لہٰذا "**فَاِنْ خِفْتُمْ الخ**" سے معلوم ہوگیا کہ اگر کوئی شخص چار بیویوں میں عدل و انصاف نہ کر سکے تو پھر ایک پر ہی اِکتفا کرے، کیوں کہ سب بیویوں کو مساوی (برابر) حق دینا فرض ہے۔ ورنہ تو مرد سخت گنہگار ہوگا۔ اور اُس کے لیے سخت وعید ہے۔

"**مشکوۃ شریف**" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

"اِذَا كَانَتْ عِنْدَ الرَّجُلِ مْرَءَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهٗ سَاقِطٌ."

ترجمہ: "جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ اُن کے درمیان عدل و انصاف نہ کرے تو قیامت کے دن اِس حال میں آئے گا کہ اُس کے جسم کا ایک دھڑ الگ ہوگیا ہوگا۔"

(سنن ترمذی: حدیث 1141)

ایک بیوی کے سامنے دوسری بیوی سے مباشرت کرنا:

اگرکسی مسلمان کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو اکھٹے سونے کی تو گنجائش ہے لیکن ایک بیوی کے سامنے دوسری بیوی سے ہم بستری کرنا مکروہ اور بے حیائی کا کام ہے۔

علامہ ابنِ نجیم مصری ''البحر الرائق'' میں لکھتے ہیں:

''بِنَاءً عَلٰی کَرَاهَةِ وَطْئِهَا بِحَضْرَةِ ضَرَّتِهَا.'' (البحر الرائق:۱۶۳/۳)

''جیسا کہ بیوی سے اُس کی سوکن کی موجودگی میں وطی کرنا مکروہ ہے۔''

رات گزارنے میں برابری ضروری ہے:

اگرکسی مرد کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو اُسے رات گزارنے میں اُن کے مابین برابری کرنا ضروری ہے۔یعنی اگر ایک رات ایک بیوی کے پاس گزاری تو دوسری رات دوسری بیوی کے ساتھ گزارنا ضروری ہے، ہاں ہم بستری میں برابری ضروری نہیں۔

''فتاوی شامی'' میں ہے:

(وَيُقِيْمُ عِنْدَ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمًا وَلَيْلَةً)لَكِنْ إِنَّمَا تَلْزَمُهُ التَّسْوِيَةُ فِي اللَّيْلِ،حَتّٰى لَوْجَاءَ لِلْأُوْلٰى بَعْدَ الْغُرُوْبِ وَلِلثَّانِيَةِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فَقَدْ تَرَكَ الْقَسْمَ.''

(اور وہ اُن میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک دن اور ایک رات ٹھہرے) لیکن اُس پر رات میں برابری کرنا لازم ہے، یہاں تک کہ اگر وہ پہلی بیوی کے پاس غروبِ آفتاب کے بعد آئے اور دوسری بیوی کے پاس رات کو کھانے کے بعد تو وہ برابری کرنے والا نہیں۔

(ردالمحتار:۲۰۷/۳)

دو سے زائد بیویوں میں سے سفر پر کسے لے جائے؟

جس شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں اُس شخص کو سفر پر جاتے ہوئے اِختیار ہے

کہ وہ اپنی صواب دید کے مطابق کسی ایک کو ساتھ لے جائے۔ البتہ بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرنا زِیادہ بہتر ہے تاکہ کسی بیوی کی دل آزاری نہ ہو۔

اگر کثرتِ سفر کی وجہ سے بیویوں کے حقِّ زوجیت کی ادائیگی میں کوتاہی ہوتی ہو جس کی وجہ سے بیویوں کو پریشانی ہو تو اُس کے لیے مناسب ہے کہ وہ باری باری سب بیویوں کو سفر پر اپنے ساتھ لے جائے۔

لیکن اگر شوہر کسی ایک بیوی کو سفر پر لے گیا تو کسی دوسری بیوی کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ اپنے شوہر سے یہ مطالبہ کرے کہ اب وہ میرے ساتھ بھی اُتنے ہی دن رہے جتنے دن دوسری بیوی کے ساتھ سفر پر رہا۔

جیسا کہ ''فتاوی ہندیہ'' میں ہے:

''وَلَهُ أَنْ يُسَافِرَ بِبَعْضِ نِسَائِهِ دُوْنَ الْبَعْضِ وَالْأَوْلٰى أَنْ يُقْرِعَ بَيْنَهُنَّ تَطْيِيْبًا لِقُلُوْبِهِنَّ وَإِذَا قَدِمَ مِنَ السَّفَرِ لَيْسَ لِلْأُخْرٰى أَنْ تَطْلُبَ مِنَ الزَّوْجِ أَنْ يَسْكُنَ عِنْدَهَا مِثْلَ مَا كَانَ عِنْدَ الَّتِي سَافَرَبِهَا.''

اور اُس کے لیے یہ جائز ہے کہ اپنی کسی ایک بیوی کے ساتھ سفر کرے۔ اور بہتر ہے کہ اُن کے مابین قرعہ اندازی کرے تاکہ اُنھیں دلی تسلّی ہو جائے۔ اور جب سفر سے واپس آئے تو کسی دوسری بیوی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ شوہر سے مطالبہ کرے کہ وہ (شوہر) اُس کے ساتھ اُتنی مدت رہے جتنا کہ دوسری بیوی کے ساتھ سفر پر تھا۔ (فتاوی ہندیہ: ۱/۳۴۱)

دلی محبت کم زِیادہ ہوسکتی ہے:

ایک سے زائد بیویوں کے درمیان عدل ومساوات ضروی ہے۔ مثلاً: رات گزارنا وغیرہ لیکن دلی محبت میں برابری ضروری نہیں۔ یعنی مرد کو اپنی کسی ایک بیوی سے زِیادہ محبت ہو تو اِس میں حرج نہیں۔ کیوں کہ یہ قلبی معاملہ ہے اِس پر انسان کا اِختیار نہیں ہوتا۔

جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنی تمام ازواجِ مطہرات میں سب سے زِیادہ حضرت خدیجہ کبریٰ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے محبت فرمایا کرتے تھے۔

چار شادی کے جائز ہونے کی حکمت:

اِسلام میں چار شادیوں کے جائز ہونے کا مقصد عیاشی کرنا اور مزے لوٹنا بالکل نہیں ہے، جیسا کہ آج کل کے کچھ نادان لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ اور اِسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

چار شادیوں میں حکمت یہ ہے ایک مرد زِیادہ سے زِیادہ عورتوں کی کفالت کر سکے۔ کیوں کہ عورتوں کی تعداد مردوں کی تعداد کے بالمقابل زِیادہ ہے۔ اگر ایک مرد تین چار عورتوں کی کفالت کرے، اُن کی ذمہ داری اُٹھائے تو اِس میں کیا خرابی ہے؟

شادی سے پہلے فون پر بات کرنا یا ملاقات کرنا:

آج یہ ایک عام رِواج ہوگیا ہے کہ جب لڑکے اور لڑکی کا رِشتہ طے ہو جاتا ہے، منگنی ہو جاتی ہے، بات چیت پکی ہو جاتی ہے تو دونوں ایک دوسرے سے فون پر باتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں اور دونوں کی ملاقاتیں بھی ہونے لگتی ہیں۔

جب کہ شادی سے پہلے لڑکا، لڑکی فون سے بھی بات نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ جس لڑکی سے منگنی ہو جاتی ہے، رِشتہ طے ہو جاتا ہے وہ نکاح ہونے سے پہلے تک اجنبی ہی رہتی ہے۔ اُس سے فون پر بات چیت کرنا یا ملاقات کرنا جائز نہیں۔

اور نکاح سے پہلے لڑکا اپنی منگیتر کے لیے غیر محرم ہی رہتا ہے اور غیر محرم سے خلوت یعنی تنہائی اِختیار کرنا یا میل جول بڑھانا ناجائز و حرام ہے۔

جیسا کہ ”**مسندِ احمد ابنِ حنبل**“ کی رِوایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ اِرشاد فرماتے ہیں:

”**وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلَا يَخْلُوَنَّ بِامْرَأَةٍ لَيْسَ مَعَهَا ذُوْ**

مَحْرَمٍ مِنْهَا،فَإِنَّ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ.''

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہرگز کسی ایسی عورت کے ساتھ تنہائی اِختیار نہ کرے جس کے ساتھ کوئی محرم رِشتہ دار نہ ہو۔ کیوں کہ (ایسی صورت میں) اُن دونوں کا تیسرا (ساتھی) شیطان (وہاں موجود) ہوتا ہے۔''

(مسند احمد: حدیث 14651)

اِس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جب دو اجنبی مرد و عورت تنہائی میں ملتے ہیں تو شیطان اپنی بھرپور کوشش کرتا ہے کہ یہ دونوں کچھ غلط کریں، اور وہ اِس میں کامیاب بھی ہوجاتا ہے۔ اِسی لیے حدیثِ پاک میں اِس فعل سے سختی سے منع فرما دیا گیا۔

اور فون پر بھی بات کرنا جائز نہیں۔ کیوں کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے۔ نیز یہ ہے اِس سے فتنہ بھڑکنے کا قوی اندیشہ ہے۔ ہاں بوقتِ ضرورت بات کرنے کی گنجائش ہوگی۔

شادی سے پہلے بات کرنے کا جائز طریقہ:

لڑکا لڑکی ایک دوسرے سے فون پر بات کرنا چاہتے ہیں، یا ملنا چاہتے ہیں تو اُس کی ایک جائز صورت ہے جس میں کوئی گناہ نہیں۔

اگر رُخصتی میں تاخیر ہو تو منگنی (رسوم) ہی کے وقت دونوں کا صرف نکاح کرا دیا جائے، رُخصتی چند ماہ بعد ہو یا ایک دو سال بعد۔ نکاح سے یہ دونوں شوہر بیوی بن جائیں گے۔ اب یہ دونوں تنہائی میں ملاقات کریں، فون پر باتیں کریں، اِن کے لیے سب جائز ہوگا اور یہ گناہ گار بھی نہیں ہوں گے۔ کیوں کہ نکاح سے اب یہ دونوں میاں بیوی بن گئے۔ میاں بیوی بننے کے لیے رُخصتی ضروری نہیں بلکہ نکاح کافی ہے۔

پردے کا حکم کن لوگوں سے ہے اور کن سے نہیں؟

اِسلامی شریعت میں جن افراد سے عورت کا پردہ نہیں ہے، وہ یہ ہیں:

(۱) باپ (۲) بھائی (۳) چچا (۴) ماموں (۵) شوہر (۶) سسر (۷) بیٹا (۸) پوتا (۹) نواسہ (۱۰) شوہر کا بیٹا (۱۱) داماد (۱۲) بھتیجا (۱۳) بھانجا (۱۴) مسلمان عورتیں (۱۵) کافرہ باندی (۱۶) ایسے افراد جن کو عورتوں کے بارے میں کوئی علم نہیں مثلاً: چھوٹے بچے جن کو ابھی یہ سمجھ نہیں کہ عورت کیا ہے؟ جسے مرد اور عورت میں فرق ہی معلوم نہ ہو۔

اِس کے علاوہ تمام اجنبیوں سے عورت کو پردہ کرنا ضروری ہے، اِن میں رشتہ دار اور غیر رشتہ دار دونوں شامل ہیں۔ نامحرم رِشتہ دار جن سے پردہ فرض ہے درج ذیل ہیں:

(۱) خالہ زاد بھائی (۲) ماموں زاد بھائی (۳) چچازاد بھائی (۴) پھوپھی زاد بھائی (۵) دیور (۶) جیٹھ (۷) بہنوئی (۸) نندوئی (۹) خالو (۱۰) پھوپھا (۱۱) شوہر کا چچا (۱۲) شوہر کا ماموں (۱۳) شوہر کا خالو (۱۴) شوہر کا پھوپھا (۱۵) شوہر کا بھتیجا (۱۶) شوہر کا بھانجا۔

دیور اور جیٹھ سے پردے کا حکم:

بھابھی کو اپنے دیور اور جیٹھ سے پردہ کرنا ضروری ہے۔

دیور سے پردہ کرنے کے متعلق ''صحیح مسلم'' کی حدیث ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ سے جب دیور اور اُسی کے مثل دوسرے رِشتہ داروں کے متعلق پردے کا حکم دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ.'' ''دیور موت کی طرح ہے۔'' (صحیح مسلم: حدیث 2172)

حضرت لیس بن سعد فرماتے ہیں:

''اَلْحَمْوُ أَخُ الزَّوْجِ، وَمَا أَشْبَهَهُ مِنْ أَقَارِبِ الزَّوْجِ، ابْنُ الْعَمِّ وَنَحْوُهُ.''

''حدیث میں ''الْحَمْوُ'' سے مراد خاوند کا بھائی (دیور، جیٹھ) اور شوہر کے رِشتے دار

مثلاً: چچازاد بھائی، بھتیجا اور چچا وغیرہ ہیں۔ اِسی طرح وہ مرد جو عورت کے محرم نہیں ہیں۔''
(صحیح مسلم: حدیث 2172)

اِس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بھابھی کے لیے دیور اور جیٹھ غیر محرم ہیں، جس طرح دوسرے غیر محرموں سے پردہ کرنا ضروری ہے اِسی طرح بھابھی کو اپنے دیور اور جیٹھ سے بھی پردہ کرنا ضروری ہے۔

ہاں اگر مجبوری ہو مثلاً ایک ہی گھر میں دیور، جیٹھ بھی رہتے ہیں اور دیور، جیٹھ کا بار بار گھر میں آنا ہوتا ہے اور بھابھی کو گھریلو کام بھی کرنے ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں عورت کو مکمل حجاب (ہمیشہ نقاب اوڑھنے) کا حکم دیا جائے تو اِس میں حرج لازم آئے گا۔

یعنی عورت کو بار بار نقاب پہننا پڑے گا جس کی وجہ سے وہ گھر کے کام کاج سہی طریقے سے نہیں کر پائے گی۔ لہٰذا دیور کے سامنے دوپٹا وغیرہ اوڑھ کر رہے۔

لیکن بلاضرورت دیور سے بات چیت نہ کرے۔ اگر کبھی کوئی ضروری بات یا کام ہو تو آواز میں لچک پیدا کیے بغیر پردہ میں رہ کر ضرورت کی حد تک ہی بات کرے۔

بھابھی اور دیور تنہائی میں نہ بیٹھیں، بالکل پاس نہ بیٹھیں۔ اور بھابھی دیور میں ہنسی مذاق تو بالکل نہیں ہونا چاہئے۔ حالاں کہ ہمارے سماج میں دیور بھابھی میں خوب ہنسی مذاق ہوتا ہے اور طرح طرح کی باتیں بھی ہوا کرتی ہیں۔

اور عام طور سے ہمارے سماج میں لڑکی سے کم عمر والے دیور سے پردہ نہیں کرایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے ارے یہ تو چھوٹا ہے اِس سے کیا پردہ کرنا۔

لیکن شریعت اِس بات کی اِجازت نہیں دیتی۔ چھوٹا اُسی کو کہتے ہیں جو نابالغ ہو اگر دیور نابالغ ہے تو اُس سے پردہ نہیں اور اگر بالغ ہے تو بہر حال اُس سے پردہ ضروری ہے۔

بہنوئی سے پردے کا حکم:

سالی، بہنوئی بھی آپس میں غیر محرم ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اگر سالی کی بہن کا اِنتقال ہوجائے یا طلاق ہوجائے تو سالی اپنے بہنوئی سے نکاح کرسکتی ہے۔

بہنوئی کا حکم شریعت میں اجنبی کی طرح ہے بلکہ اُس سے بھی کہیں زائد۔اور بہنوئی سے تو پردہ کرنا بے حد ضروری ہے۔ کیوں کہ بہنوئی جس طرح گھر کے اندر آ جاسکتا ہے، اٹھ بیٹھ سکتا ہے، بالکل بے تکلف ہوتا ہے دوسرا کوئی اِتنی ہمت نہیں کرسکتا۔اگر پردہ کا حکم نہ دیا جائے تو فتنہ وفساد ہوسکتا ہے، اور ہوتا بھی ہے۔

اگر سالی سے کوئی ضروری بات یا کام ہو تو پردہ میں رہ کر ضرورت کی حد تک بات کی جائے۔سالی اور بہنوئی اکیلے تنہائی میں نہ بیٹھیں، پاس پاس نہ بیٹھیں۔اور سالی بہنوئی میں ہنسی مذاق تو بالکل نہیں ہونا چاہئے۔

حالاں کہ ہمارے سماج میں سالی بہنوئی میں خوب ہنسی مذاق ہوتا ہے۔طرح طرح کی باتیں بھی ہوتی ہیں۔اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سالی آدھی گھر والی۔معاذ اللہ!

کن تاریخوں میں نکاح کرنا حرام ہے؟

آج بھی ہمارے معاشرے میں یہ غلط سوچ اپنے عروج پر ہے کہ محرم، صفر اور شبِ براءت وغیرہ میں شادی نہیں کرنا چاہئے۔اور ۳، ۱۳، ۲۳/تاریخ بھی نہیں رکھنا چاہئے۔

حالاں کہ یہ سوچ شریعتِ اسلامیہ کے بالکل خلاف ہے۔

''صحیح مسلم'' کی رِوایت ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"تَزَوَّجَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي شَوَّالٍ، وَبَنٰى بِي فِي شَوَّالٍ، وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَسْتَحِبُّ أَنْ تُدْخِلَ نِسَاءَ هَا فِي شَوَّالٍ."

''اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے شوّال کے مہینے میں شادی کی، اور میری رُخصتی بھی

شوال کے مہینے میں ہوئی۔(حضرت عروہ کہتے ہیں) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ پسند فرماتی تھیں کہ مسلم خواتین کی رُخصتی شوّال کے مہینے میں ہو۔‘‘

(صحیح مسلم: حدیث 1423)

امام نووی ’’شرح النووی‘‘ میں اِس حدیث کی وضاحت فرماتے ہیں:

’’فِيْهِ اسْتِحْبَابُ التَّزْوِيْجِ وَالتَّزَوُّجِ وَالدُّخُولِ فِي شَوَّالٍ وَقَدْ نَصَّ أَصْحَابُنَا عَلٰى اسْتِحْبَابِهٖ وَاسْتَدَلُّوْا بِهٰذَا الْحَدِيثِ.

وَقَصَدَتْ عَائِشَةُ بِهٰذَا الْكَلَامِ رَدَّ مَا كَانَتِ الْجَاهِلِيَّةُ عَلَيْهِ وَمَا يَتَخَيَّلُهُ بَعْضُ الْعَوَامِّ الْيَوْمَ مِنْ كَرَاهَةِ التَّزَوُّجِ وَالتَّزْوِيجِ وَالدُّخُوْلِ فِي شَوَّالٍ وَهٰذَا بَاطِلٌ لَا أَصْلَ لَهٗ وَهُوَمِنْ آثَارِالْجَاهِلِيَّةِ.‘‘

ترجمہ:

اِس حدیث میں ہے کہ شوّال میں نکاح کرانا، نکاح کرنا اور ہم بستری کرنا مستحب ہے، ہمارے اصحاب نے بھی اِسے مستحب قرار دیا ہے اور اِس حدیث کو بطورِ دلیل نقل کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اِس کلام کے ذریعے اِس بات کی تردید فرمائی کہ زمانۂ جاہلیت میں جس عقیدے پر لوگ تھے اور آج بعض عوام جو خیال کرتے ہیں یعنی شوال میں نکاح کرنا اور کرانا اور ہم بستری کرنا مکروہ ہے۔حالاں کہ یہ باطل ہے اور اِس کی کوئی بنیاد نہیں ہے اور یہ جاہلیت کے آثار میں سے ہے۔‘‘ (شرح النووی علیٰ مسلم:۹/۲۰۹)

جس طرح زمانۂ جاہلیت میں لوگ شوّال کے مہینے میں نکاح اور رُخصتی کو نا پسند کرتے تھے، اُسے منحوس و نامبارک سمجھتے تھے۔اِسی طرح آج بھی محرم، صفر اور شبِ برات وغیرہ میں شادی کرنے کو یا ۳، ۱۳، ۲۳ جیسی تاریخوں میں شادی کرنے کو لوگ ناپسند، نامبارک و منحوس سمجھتے ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اُس زمانے کے اعتبار

سے شوّال میں نکاح کرکے اِس توہم پرستی اور غلط فکر وسوچ کا سدِّ باب فرمادیا۔اور اُمت کو یہ پیغام دیا کہ اِسلام میں توہم پرستی اور بد فالی جیسی کوئی چیز نہیں ہوتی۔

ایک گزارش:

چاند کی کسی خاص تاریخ میں شادی کرنا یا کسی خاص تاریخ میں شادی نہ کرنا شریعت میں اِس کی کوئی ممانعت نہیں، نہ اِس سلسلے میں شریعت کی طرف سے کوئی پابندی ہے۔

عاقدین کے لیے جس تاریخ میں آسانی ہو اُسی تاریخ میں شادی کرنا چاہئے۔

شادی کے مبارک و نامبارک ہونے کا مدار تاریخ پر منحصر نہیں بلکہ شادی کے مبارک و نامبارک ہونے کا مدار شادی کے اِخراجات پر ہے یعنی جس شادی میں کم خرچ ہوگا وہ شادی اُتنی ہی برکت والی ہوگی۔

اگر شادی میں برکت چاہئے تو شادی کی فضول خرچی اور جاہلانہ رسمیں ختم کرکے شادی میں کم خرچ کرنا چاہئے۔

اِسی طرح اگر کوئی محرم، صفر یا شبِ براءت وغیرہ میں یا ۳، ۱۳، ۲۳ تاریخوں میں شادی نہ کرے تو کوئی حرج نہیں، لیکن نامبارک اور منحوس سمجھ کر شادی نہ کرنا یہ غلط ہے۔

خطبۂ نکاح کب پڑھنا چاہئے؟

عام طور سے نکاح خواں/قاضی خطبۂ نکاح، نکاح ہونے کے بعد پڑھتے ہیں۔ جب کہ خطبۂ نکاح ایجاب وقبول سے پہلے پڑھنا مستحب ہے۔ تاہم اگر کسی نے ایجاب وقبول کے بعد بھی پڑھا تو اِس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

''ردالمحتار'' میں ہے:

(قَوْلُهُ: وَيُنْدَبُ إِعْلَانُهُ وَتَقْدِيمُ خُطْبَةٍ)

نکاح کا اِعلان کرنا اور خطبۂ نکاح پہلے پڑھنا مستحب ہے۔ (ردالمحتار: ۸/۳)

نکاح سے پہلے دولہا وُدلہن کوکلمہ پڑھانا:

نکاح سے پہلے کلمہ پڑھانا فرض وواجب تونہیں ،البتہ دولہا وُدلہن کوکلمہ اِس لیے بھی پڑھایا جاتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ کبھی جانے انجانے میں دولہا یا دُلہن سے کوئی غلط فعل یا کفریہ کلمہ سرزد ہوگیا ہواوراُن دونوں کو یہ معلوم ہی نہ ہوتو ایسی صورت میں اکثر نکاح پڑھانے والوں کا نکاح ہی منعقدنہیں ہوگا۔

اِس لیے احتیاطاً بعد کے علمائے محتاطین ایمان مجمل ومفصل کودولہا اوردُلہن کے سامنے پڑھتے اور پڑھاتے ہیں تاکہ نکاح حالتِ اِسلام میں منعقد ہو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''نکاح میں خطبہ پڑھنا سنت ہےاور کلمے پڑھنا اچھی بات ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ:۲۳۰/۱۱)

حضرت علامہ مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ ''فتاوی برکاتیہ'' میں فرماتے ہیں:

''نکاح سے پہلے دولہا اوردُلہن کوکلمہ پڑھانا ضروری نہیں ہے مگر دولہا یا دُلہن کا کلمہ پڑھنے سے اِنکارکرنا غلط ہے، کیوں کہ کلمہ پڑھنا نزولِ برکت ورحمتِ الٰہی کا سبب ہے۔

(فتاوی برکاتیہ:۱۲۸)

مگر یہ سمجھنا کہ بغیرکلمہ پڑھے نکاح نہیں ہوگا یا نکاح میں کچھ کمی رہ جائے گی ۔غلط ہے۔اور جاہلانہ خیال ہے۔

لہٰذا نکاح کے وقت دولہا اوردُلہن کوکلمہ شریف پڑھانا یہ ایک جائز ومستحسن فعل ہے۔

اب یہ نکاح پڑھانے والے پرہے کہ ایک کلمہ پڑھائے دوپڑھائے تین پڑھائے یا پھرساتوں کلمے پڑھائے۔لیکن نکاح خواں سے تین چار کلمے کی ضد کرنا بھی ٹھیک نہیں۔

اوردُلہن سے بھی تین چار کلمے کی ضد کرنا مناسب نہیں،خصوصاً نکاح کے وقت دُلہن کی حالت نارمل نہیں رہتی لہٰذا اُس پر زِیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔

﴿مہر کا بیان﴾

مہر کسے کہتے ہیں؟

عقدِ نکاح کے سبب شوہر کو بیوی سے جماع یعنی ہم بستری کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ نکاح کی وجہ سے شوہر کو بیوی پر ایک طرح کی ملکیت حاصل ہوجاتی ہے۔ لہٰذا بیوی کو اُس ملکیت کے بدلے شریعت کی جانب سے کچھ معاوضہ دلایا جاتا ہے۔ اِس لیے کہ عورت محترم اور قابل عزت ہے اور بغیر معاوضہ کے اُس پر کوئی بھی حق ثابت کرنے میں اُس کی اِہانت وتوہین ہے۔ مہر اُسی حق وملکیت کے بدلے کا نام ہے جو شوہر اپنی بیوی کو دیتا ہے۔ جس کی ادائیگی شوہر پر شرعاً ضروری ہے۔ بہتر ہے کہ پہلی ہی ملاقات میں بیوی کا مہر ادا کر دیا جائے۔

مہر کے متعلق قرآن پاک کی ''سورۂ نسا'' میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً.''

''عورتوں کو اُن کے مہر خوشی سے دے دو۔'' (نسا: آیت ۴)

کم سے کم مہر کتنا ہونا چاہیئے؟

مہر کی کم از کم مقدار شریعت میں 10 دس درہم مقرر کی گئی ہے۔

''دارِ قطنی'' کی رِوایت ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''لَامَهْرَ أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ.''

''دس درہم سے کم مہر نہیں ہوسکتا۔'' (سنن دار قطنی: حدیث 3606)

دس درہم کا موجودہ وزن اور قیمت:

ایک درہم کا وزن 3.26592 گرام ہوتا ہے۔ تو 10/ درہم کا وزن 32 گرام

32.6592 ملی گرام ہوا۔اِس وقت چاندی تقریباً 80 ہزار روپے کیلو ہے ۔ 32.6592 گرام چاندی کی قیمت موجودہ چاندی کی قیمت کے حساب سے لگ بھگ 2613 روپے ہوتی ہے۔یعنی 2613 روپے سے کم مہر نہیں ہوسکتا۔اور یہ قیمت چاندی کی قیمت کے اُتار چڑھاؤ سے کم زِیادہ ہوسکتی ہے۔اِسے 10 درہم چاندی کی فکس قیمت نہ سمجھا جائے۔

زِیادہ سے زِیادہ مہر کتنا ہوسکتا ہے؟

مہر کی زِیادتی کے سلسلے میں شریعتِ اِسلامیہ میں کوئی مقدار متعین نہیں ہے۔اپنی حیثیت کے مطابق 10 / 20 / 50 ہزار یا اِس سے بھی زِیادہ مہر مقرر کر سکتے ہیں۔

جیسا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں مہر کی اِنتہائی حد مقرر کرنی چاہی لیکن ایک عورت نے آپ کو مخاطب کر کے کہا کہ سورۂ نسا آیت ۲۰ کے مطابق آپ کو ایسا کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: حدیث 10420)

آیت:

”وَاِنْ اَرَدْ تُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا.“

ترجمہ:

”اور اگر تم ایک عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت کرنا چاہو۔اور پہلی عورت کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اُس میں سے کچھ مت لو۔کیا تم ناجائز طور پر اور صریح ظلم سے اپنا مال اُس سے واپس لے لو گے۔؟ (النساء: آیت ۲۰)

آیتِ کریمہ سُن کر حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی تجویز واپس لیتے ہوئے فرمایا:

”اِنَّ امْرَاَةً خَاصَمَتْ عُمَرَ، فَخَصَمَتْهُ.“

”ایک عورت نے عمر سے بحث کی اور وہ اُس پر غالب آ گئی۔“

(مصنف عبدالرزاق: حدیث 10420)

مذکورہ آیت کی روشنی میں زِیادہ سے زِیادہ مہر کی کوئی مقدار متعین نہیں کی جاسکتی۔ ہاں دس درہم سے اوپر جتنا بھی مہر مقرر کیا جائے اُس میں نیت دینے کی ہونی چاہئے۔

786 مہر باندھنا کیسا ہے؟

بعض جگہوں پر دیکھنے میں آیا کہ 786 روپے مہر باندھ دیا جاتا ہے۔ حالاں کہ موجودہ دور میں 786 روپے مہر نہیں ہوسکتا۔

786 روپے مہر پہلے کے دور میں ہوا کرتا تھا۔ اُس وقت 786 روپے آج کے ہزاروں روپے کے برابر ہوا کرتے تھے۔ لیکن آج 786 روپے دس درہم کے برابر نہیں۔

ایسا کرسکتے ہیں کہ 10 درہم سے اوپر جو بھی مہر مقرر کیا جائے اُس میں 786 روپے کا اِضافہ کردیا جائے۔ مثلا 51 ہزار 786 روپے وغیرہ تو یہ درست ہے۔

مہر کی قسمیں:

شریعتِ اسلامیہ میں مہر کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں:

﴿1﴾......مہرِ مُعَجَّل:

نقدمہر، یہ وہ مہر ہے جو عورت کے ساتھ خلوت یا ہم بستری سے پہلے ادا کردیا جائے۔

خلوت سے پہلے اگر شوہر اپنی بیوی کا مہر ادا نہ کرے تو بیوی مہر وصول کرنے کے لیے خود کو اپنے شوہر سے روک سکتی ہے۔ شوہر زبردستی نہیں کرسکتا کہ تو میری بیوی ہے مجھے کیوں روک رہی ہے؟ ہاں بیوی اپنی مرضی سے شوہر کو اِجازت دے سکتی ہے۔

﴿2﴾......مہرِ مؤجل:

اُدھار مہر، یہ وہ مہر ہے کہ جس کی ادائیگی کے لیے کوئی ایک مدت مقرر کردی گئی ہو۔ مثلا ایک مہینہ، دو مہینے، ایک سال یا دو سال جو بھی مدت متعین ہو۔

مہر مؤجل میں جب تک متعینہ مدت نہ گزر جائے بیوی خود کو شوہر سے روک نہیں سکتی۔ مدت ختم ہونے سے پہلے بیوی کو مہر مانگنے کا اِختیار بھی نہیں ہوتا،لیکن مدت پوری ہونے کے بعد بیوی ہر وقت اپنا مہر مانگ سکتی ہے،اور خود کو اپنے شوہر سے روک بھی سکتی ہے۔

﴿3﴾......مہرِ مطلق:

وہ مہر جو نہ خلوت سے پہلے دینا طے پایا گیا ہو اور نہ ہی کوئی مدت مقرر کی گئی ہو۔صرف مہر ذکر کر دیا جائے کہ اِتنا مہر ہوگا،اُدھار یا نقد کچھ نہ کہا جائے۔

مہر مطلق میں موت یا طلاق سے پہلے بیوی کو اپنے شوہر سے مہر مانگنے کا حق حاصل نہیں ہوتا اور نہ اپنے شوہر کو خود سے روک سکتی ہے۔لیکن بعدِ طلاق یا بعدِ وفاتِ زوج بیوی کو مہر دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ (المحیط البرہانی:۱۰۰/۳)

کچھ مہر معجّل اور کچھ مؤجل ہو سکتا ہے؟

مہر معجّل ہو یا مؤجل یہ زوجین کی آپسی رِضا مندی پر موقوف ہے۔چاہے سارا مہر معجّل مقرر کیا جائے یا سارا کا سارا مؤجل مقرر کیا جائے یا پھر مہر کا کچھ حصہ معجّل اور کچھ حصہ مؤجل طے کیا جائے۔آج کل اِسی پر لوگوں کا زِیادہ عمل ہے۔بہر صورت مہر کی ادائیگی شوہر کے ذمہ لازم ہے۔

مہرِ فاطمی کسے کہتے ہیں؟

"مہر فاطمی" وہ مہر ہے جو نبیِ اکرم ﷺ نے سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا مقرر فرمایا تھا۔

مہر فاطمی کی مقدار:

مہرِ فاطمی کی مقدار 400 مثقال چاندی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر 400 مثقال چاندی تھا۔'' (فتاوی رضویہ:۳۱۸/۵)

حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر 400 مثقال چاندی تھا جس کا وزن 150 تولہ ہوا۔''

ایک مثقال چاندی کا موجودہ رائج وزن 4 گرام 6656 ملی گرام ہے۔اور جب اِسے 400 مثقال چاندی سے ضرب دیں گے تو یہ 150 تولہ چاندی ہوگی۔ایک شرعی تولہ کا وزن 12 گرام 4416 ملی گرام ہوتا ہے۔جب اِسے 150 شرعی تولہ سے ضرب دیں تو یہ (1866.240) گرام ہوگا۔

لہٰذا مہر فاطمی موجودہ وزن کے اِعتبار سے (1866.240) اٹھارہ سو چھیاسٹھ گرام، دوسو چالیس ملی گرام چاندی یا اُس کی قیمت ہوگی۔

چاندی کی قیمت اوپر نیچے ہوتی رہتی ہے، اگر قیمت کے ذریعہ مہر ادا کرنا ہو تو بازار سے چاندی کی موجودہ قیمت ضرور معلوم کرلیں۔

ازواجِ مطہرات کا مہر کتنا تھا؟

اکثر ازواجِ مطہرات کے متعلق رِوایات میں 12/اوقیہ اور ایک نش کی صراحت آئی ہے۔اور ایک اوقیہ 40 درہم کا ہوتا ہے اور ایک نش یعنی نصفِ اوقیہ 20 درہم کا تو اِس طرح کل 500 درہم ہوئے۔

''صحیح مسلم'' کی رِوایت ہے، حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا:

''سَاَلْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، كَمْ كَانَ صَدَاقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قَالَتْ: كَانَ صَدَاقُهُ لِاَزْوَاجِهٖ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ اُوْقِيَّةً وَنَشًّا، قَالَتْ: اَتَدْرِيْ مَا النَّشُّ؟ قَالَ: قُلْتُ: لَا، قَالَتْ: نِصْفُ اُوْقِيَّةٍ، فَتِلْكَ خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ، فَهٰذَا صَدَاقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِاَزْوَاجِهٖ.''

ترجمہ:

''حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی ازواجِ مطہرات کا مہر کتنا تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے اپنی ازواج کو 12 وقیہ اور ایک نَش عطا فرمایا تھا۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم کو معلوم ہے نَش کیا ہوتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: (ایک نَش) آدھا اوقیہ (20 درہم کا ہوتا ہے) تو یہ 500 درہم ہوئے اور یہی ازواجِ مطہرات کا مہر تھا۔'' (صحیح مسلم: حدیث 1426)

حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر:

حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول ﷺ کا مہر 4000 چار ہزار درہم 1050 تولہ یعنی 13,063.68 گرام اور ایک رِوایت کے مطابق 4000 چار ہزار دینار 1500 تولہ یعنی 18,662.4 گرام تھا۔

جیسا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے فتاویٰ رضویہ میں تحریر کیا ہے۔

(فتاوی رضویہ: ۱۲/۱۳۵۔۱۳۶)

بناتِ رسول ﷺ کا مہر کتنا تھا؟

نبی کریم ﷺ کی دختران کے مہر سے متعلق ''مصنف ابنِ ابی شیبہ'' کی رِوایت ہے۔

''**كَانَ صَدَاقُ بَنَاتِ النَّبِيِّ ﷺ وَصَدَاقُ نِسَائِهٖ خَمْسَ مِائَةِ دِرْهَمٍ.**''

نبیِ کریم ﷺ کی صاحب زادیوں اور آپ کی ازواجِ مطہرات کا مہر 500 درہم تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث 16373)

ازواجِ مطہرات وبناتِ مکرمات کے مہر کا موجودہ وزن:

اکثر ازواجِ مطہرات وبناتِ مکرمات کا مہر 500 درہم یعنی 131 اور رُبعِ تولہ ہے جس کا موجودہ وزن (1632.96) گرام، سولہ سو بتیس گرام چھیانوے ملی گرام چاندی ہے۔

کچھ اوزانِ شرعیہ

مقادیر شرعیہ	بحساب گرام
درہم شرعی	3.26592 گرام
دس درہم شرعی	32.6592 گرام
شرعی دینار	4.6656 گرام
مثقال	4.6656 گرام
شرعی تولہ	12.4416 گرام

مہر ایک نظر میں

اقل مہر		
مہر کی مقدار	بحساب گرام	بحساب تولہ
10 درہم	32.6592 گرام	2 تولہ 7.5 ماشہ
مہر فاطمی		
مہر فاطمی کی مقدار	بحساب گرام	بحساب تولہ
400 مثقال چاندی	1866.240 گرام	150 تولہ
مہر ازواجِ مطہرات و بناتِ مکرمات		
مہر ازواج و بنات	بحساب گرام	بحساب تولہ
500 درہم (چاندی)	1632.96 گرام	131.25 تولہ
مہر حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا		
مہر اُمِّ حبیبہ قولِ اوّل	بحساب گرام	بحساب تولہ
4000 درہم (چاندی)	13,063.68 گرام	1050 تولہ
مہر اُمِّ حبیبہ قولِ ثانی	بحساب گرام	بحساب تولہ
4000 دینار (سونا)	18,662.4 گرام	1500 تولہ

نوٹ:

درہم و دینار، تولہ اور مثقال کے یہ اوزان محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی نظام الدین رضوی اور مولانا ساجد مصباحی صاحبان کی تحقیق کے مطابق ہیں۔

اور اِن کی قیمت چاندی سونے کی قیمت کے اُتار چڑھاؤ سے کم زِیادہ ہوسکتی ہے۔اور شرعی تولہ کا اِعتبار کیا گیا ہے جو 12.4416 ملی گرام ہے،موجودہ رائج تولہ نہیں جو 10 گرام ہے۔ جب مہر ادا کریں تو پہلے بازار سے سونے چاندی کا بھاؤ ضرور معلوم کرلیں۔

مہرِ مثل کسے کہتے ہیں؟

مہر مثل سے مراد وہ مہر ہے جو عورت کے والد کی رِشتے دار عورتوں مثلاً پھوپھیوں، سگی بہنوں اور چچازاد بہنوں کو دیا گیا ہو۔ مہر مثل کے تعین کے لیے جہاں عورتوں کی عمر، حسن و جمال، علم و عقل، دین داری اور کردار کا لحاظ کیا جائے گا۔ وہیں اُن عورتوں کے شوہروں کے حسب اور مال کو بھی دیکھا جائے گا۔

مہر مثل کب واجب ہوتا ہے؟

مہر مثل اُس وقت واجب ہوتا ہے جب نکاح میں مہر کا قطعاً ذکر نہ کیا گیا ہو یا ذکر کیا گیا ہو لیکن مبہم (نامعلوم) ہو یا مہر میں ایسی چیز رکھی گئی ہو جو شرعاً حلال نہ ہو جیسے شراب۔

علاوہ ازیں نکاحِ فاسد میں اگر مباشرت ہو جائے تو مہر مثل کا حکم ہے، خواہ مہر مقرر کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو۔ اگر مہر مقرر کیا گیا ہو تو مہر مثل کی مقدار طے شدہ مہر سے زِیادہ نہ ہو، ورنہ طے شدہ مہر ہی واجب ہوگا۔

جیسا کہ اِس کے متعلق حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی رِوایت ہے:

اُن سے اُس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس نے کسی عورت سے شادی کی لیکن نہ تو مہر مقرر کیا اور نہ ہی مباشرت کی پھر وہ فوت ہو گیا (تو اُس کا کیا حکم ہے؟) حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اُس کے خاندان کی دوسری عورتوں کے برابر اُس کا مہر (مہر مثل) ہوگا نہ کم ہوگا اور نہ زِیادہ، اُس پر عدت بھی ہے اور اُس کے لیے ترکہ بھی ہے۔ مَعْقِل بن سِنان اَشْجَعی نے اُٹھ کر کہا ہمارے خاندان کی ایک عورت بِرْوَعْ بنتِ وَاشِق کے

بارے میں حضور نبیِ اکرم ﷺ نے ایسا ہی فیصلہ فرمایا تھا۔ (سنن ترمذی: حدیث 1145)

بغیر مہر کے نکاح کرنا:

نکاح کے وقت مہر کا کوئی ذکر نہ کیا جائے یا مہر نہ دینے کی بات کہی جائے تو اِن دونوں صورتوں میں نکاح ہو جائے گا اور مہر مثل واجب ہو گا۔

جیسا کہ ''تبیین الحقائق'' میں ہے:

(صَحَّ النِّكَاحُ بِلَا ذِكْرِهِ)أَيْ بِلَا ذِكْرِ الْمَهْرِ ،وَكَذَا مَعَ نَفْيِهِ.

بغیر مہر کے نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ (تبیین الحقائق:۱۳۶/۲)

کیا مہر معاف ہوسکتا ہے؟

شریعت کی جانب سے تو مہر معاف نہیں ہوسکتا،لیکن مہر مقرر ہو جانے کے بعد بیوی چاہے تو معاف کرسکتی کیوں کہ یہ بیوی کا حق ہے وہ چاہے تو پورا معاف کر دے یا آدھا، جتنا چاہے معاف کرسکتی ہے،لیکن اُس سے زبردستی معاف نہیں کرانا چاہیے، اگر شوہر زبردستی معاف کرائے گا تو گناہ گار ہو گا۔

مہر معاف کرانے کے متعلق قرآن پاک میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

''فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً.وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ.''

ترجمہ:

''جن عورتوں سے تم نکاح کرنا چاہو،اُن کے مقرر شدہ مہر اُنھیں دے دو۔اور مقرر کرنے کے بعد تمھارے آپس میں جو رِضا مندی ہو جائے،اُس میں کچھ گناہ نہیں۔'' (نساء: آیت ۲۴)

''سورۂ نسا'' کی دوسری آیت میں ہے:

''وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً.فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓــًٔا مَّرِيْٓــًٔا.''

ترجمہ: ’’عورتوں کو اُن کے مہر خوشی سے دے دو پھر اگر وہ خوش دلی سے اُس میں سے کچھ تمھیں دے دیں تو اُسے ہنسی خوشی کھاؤ۔‘‘ (نساء: آیت ۴)

مہر نہ دینے والوں کا انجام:

مہر اپنی حیثیت کے مطابق باندھنا چاہئے رِیا کاری اور دکھاوا بالکل نہ ہو۔آج کل بعض حضرات جوش وجذبے میں آکر ایک، لاکھ، دولاکھ روپے مہر باندھ لیتے ہیں اور دینے میں غفلت برتتے ہیں۔مہر نہ دینے کی نیت کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں جتنا چاہو باندھ لو دینا تھوڑی ہے۔

ایسے لوگوں کے متعلق حدیثِ پاک میں بہت سخت وعید آئی ہے:

’’مصنف ابنِ ابی شیبہ‘‘ کی رِوایت ہے، حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

”مَنْ نَكَحَ امْرَأَةً وَهُوَ يُرِيْدُ أَنْ يَذْهَبَ بِمَهْرِهَا،فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ زَانٍ يَوْمَ الْقِيَامَة.“

ترجمہ: ’’جو آدمی کسی عورت سے نکاح کرے اور اُس کی نیت مہر ادا کرنے کی نہ ہو تو قیامت کے دن ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک زِنا کرنے والا شمار ہوگا۔‘‘

(مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث 17410)

﴿ولیمہ کا بیان﴾

اِستطاعت کے مطابق ولیمہ کرانا، مہمانوں کی ضیافت کرنا سنت ہے۔

ولیمہ کیوں کرایا جاتا ہے؟

ولیمہ شبِ زُفاف کی سنت ہے۔ یہ اصلاً خوشی کا اِظہار ہے۔ نکاح کے ذریعے دو اجنبی مرد اور عورت یکجا ہوتے ہیں، دو خاندان کا آپس میں تعلق قائم ہوتا ہے اور اُن کے درمیان قریبی تعلقات اُستوار ہوتے ہیں، یہ نہ صرف نئے جوڑے بلکہ پورے خاندان کے لیے بہت خوشی کا موقع ہوتا ہے، اِس کے اِظہار کے لیے ولیمہ کیا جاتا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ سے ولیمہ ثابت ہے۔ آپ نے جتنے نکاح کیے اُن کے بعد ولیمہ کیا اور صحابۂ کرام کو بھی ولیمہ کرنے کا حکم فرمایا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا تو آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

"أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ."

"ولیمہ کرو چاہے ایک بکری سے ہی ہو۔" (صحیح مسلم: حدیث 1427)

دعوتِ ولیمہ کی مصلحتیں:

نکاح اور زُفاف کی تشہیر ہوتی ہے جس کی وجہ سے اولاد کے نسب میں بدگمانی کا اندیشہ پیدا نہیں ہوتا، نکاح اور زِنا میں اِمتیاز ہو جاتا ہے۔ ولیمہ میں بیوی اور اُس کے خاندان، رِشتے دار اور پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک ہے۔

ولیمہ کرنے میں سنت کے ساتھ ساتھ اجرِ عظیم بھی ہے۔

"فتاویٰ ہندیہ" میں ہے:

"وَلِيْمَةُ الْعُرْسِ سُنَّةٌ، وَفِيْهَا مَثُوْبَةٌ عَظِيْمَةٌ." (فتاوی ہندیہ: ۳۴۳/۵)

''زُفاف کا ولیمہ سنت ہے اور اِس میں بہت زِیادہ ثواب ہے۔''

سب سے برا کھانا کون سا ہے؟

رُخصتی کے بعد جو لوگ آسانی سے مُیسَّر ہوں، اُن کو کھانے پر بلا لیا جائے، یہی مسنون ولیمہ ہے۔ لیکن آج کل ولیمے کے نام پر دعوتوں میں خوب اِسراف و تبذیر سے کام لیا جاتا ہے۔ خصوصاً مال داروں کو بلایا جاتا ہے اور غربا و فقرا کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

حالاں کہ ولیمہ کا وہ کھانا جس میں صرف مال داروں کو بلایا جائے غریبوں کو نہ بلایا جائے رِوایت میں ایسے کھانے کو سب سے برا کھانا کہا گیا ہے۔

''سننِ کبریٰ بیہقی'' کی رِوایت ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعٰى الْغَنِيُّ وَيُتْرَكُ الْمِسْكِيْنُ وَهِيَ حَقٌّ، مَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ.''

ترجمہ:

''سب سے برا کھانا ولیمہ کا وہ کھانا ہے جس میں مال داروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے حالاں کہ وہ کھانا غریب کا حق ہے، جس نے اُسے چھوڑ دیا اُس نے اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔'' (سنن کبریٰ: حدیث 14523)

ولیمہ کا مسنون وقت کیا ہے؟

ولیمہ کے مسنون وقت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) عقدِ نکاح کے وقت (۲) نکاح کے بعد رُخصتی سے پہلے (۳) رُخصتی کے بعد، شبِ زُفاف سے پہلے (۴) شبِ زُفاف کے بعد (۵) عقد سے ہم بستری کے بعد تک۔

اِن اقوال میں راجح اور جمہور علمائے کرام کا قول یہ ہے کہ ولیمہ کا مسنون وقت میاں

بیوی کے اکٹھا ہونے یعنی شبِ زُفاف اور ہم بستری کے بعد ہے۔

جیسا کہ ''صحیح بخاری'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

''أَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حِيْنَ بَنٰى بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ، فَأَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَلَحْمًا.''

''اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا سے شبِ زُفاف کے بعد لوگوں کو روٹی اور گوشت کھلایا۔'' (صحیح بخاری: حدیث 4794)

اِسی حدیث سے فقہا ومحدثین اور شارحینِ حدیث نے اِستدلال کیا ہے کہ ولیمہ کا مسنون وقت شبِ زُفاف کے بعد ہے، اور عام طور پر شارحین نے ہم بستری کی تصریح بھی ہے یعنی شبِ زُفاف میں ہم بستری کے بعد ولیمہ کا مسنون وقت ہے۔

البتہ علاّمہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے ''عمدۃ القاری'' میں بعض مالکیہ سے نقل کیا ہے کہ ولیمہ شبِ زُفاف (شادی کی پہلی رات) کے بعد اور ہم بستری سے پہلے ہوجائے تو یہ بھی مستحب ہے، اور آج اِسی پر لوگوں کا عمل ہے۔

''اِسْتَحَبَّ بَعْضُ الْمَالِكِيَّةِ أَنْ تَكُوْنَ عِنْدَ الْبِنَاءِ وَيَقَعُ الدُّخُوْلُ عَقِيْبَهَا وَعَلَيْهِ عَمَلُ النَّاسِ.''

''بعض مالکیوں نے زُفاف کے بعد ولیمہ کو مستحب قرار دیا ہے، اِس حال کہ میں ہم بستری ولیمہ کے بعد ہو اور اِسی پر لوگوں کا عمل ہے۔'' (عمدۃ القاری: ۲۰/۴۴)

نیز خلوتِ صحیحہ بہت سے احکامات میں چوں کہ ہم بستری کے قائم مقام ہے، اِس لیے بھی اگر شبِ زُفاف (شادی کی پہلی رات) میں خلوتِ صحیحہ ہوجائے اور ہم بستری نہ بھی ہو تب بھی اُس کے بعد ہونے والے ولیمہ کو ولیمۂ مسنونہ کہا جاسکتا ہے، البتہ افضل ہم بستری کے بعد ہی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ مسنون ولیمہ کا افضل واعلیٰ درجہ یہ ہے کہ شبِ زُفاف اور ہم بستری کے بعد ہو۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ شبِ زُفاف (شادی کی پہلی رات) کے بعد اور ہم بستری سے پہلے ہو۔ یہ دونوں مسنون ولیمہ شمار ہوں گے۔ اِس کے علاوہ عقد کے بعد، یا رُخصتی کے بعد اور شبِ زُفاف سے پہلے جو ولیمہ ہوگا وہ مسنون ولیمہ تو نہیں ہوگا، البتہ اُس سے نفسِ ولیمہ کی سنت ادا ہو جائے گی۔ گو مسنون وقت کی سنت ادا نہیں ہوگی۔ اور جو دعوت وضیافت عقدِ نکاح سے پہلے کی جائے اُسے ہرگز ولیمہ نہیں کہا جائے گا، بلکہ وہ عام دعوت ہوگی۔

ولیمہ کتنے دن تک ہوسکتا ہے؟

ولیمہ نکاح کے ایک دِن یا دو دِن بعد کر سکتے ہیں لیکن نکاح کے دو یا تین دِن بعد کے کھانے کو ولیمہ نہیں کہا جائے گا بلکہ وہ عام کھانا ہوگا۔

''فتاوی ہندیہ'' میں لکھا ہے:

''وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَدْعُوَ يَوْمَئِذٍ مِنَ الْغَدِ وَبَعْدَ الْغَدِ، ثُمَّ يَنْقَطِعُ الْعُرْسُ وَالْوَلِيْمَةُ.''

''اور کوئی حرج نہیں آئندہ کل یا پرسوں دعوتِ ولیمہ میں لوگوں کو بلائے پھر اُس کے بعد زُفاف اور ولیمہ ختم ہو جاتا ہے۔'' (فتاوی ہندیہ: ۳۴۳/۵)

اللہ کے رسول ﷺ کا ولیمہ کیسا تھا؟

''صحیح بخاری'' کی روایت ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِينَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يُبْنٰى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ، فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ إِلٰى وَلِيْمَتِهِ، وَمَا كَانَ فِيْهَا مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ، وَمَا كَانَ فِيْهَا إِلَّا أَنْ أَمَرَ بِلَالاً بِالْأَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ، فَأَلْقٰى عَلَيْهَا التَّمْرَ وَالْأَقِطَ وَالسَّمْنَ.''

ترجمہ:

''نبیِّ کریم ﷺ نے خیبر اور مدینے کے درمیان تین دن قیام فرمایا اور وہیں پر حضرت

صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔تو میں نے مسلمانوں کو ولیمہ کی دعوت دی۔اور اُس ولیمے میں نہ روٹی تھی نہ گوشت،حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو چمڑے کا ایک دسترخوان بچھانے کا حکم فرمایا تو اُس پر کھجور،پنیر اور گھی کو ڈال دیا گیا۔‘‘

(صحیح بخاری: حدیث 4213)

صحیح بخاری کی ایک دوسری رِوایت ہے،حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

’’مَاأَوْلَمَ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰی شَیْءٍ مِنْ نِسَائِہٖ مَاأَوْلَمَ عَلٰی زَیْنَبَ،أَوْلَمَ بِشَاۃٍ.‘‘

ترجمہ:

’’نبیِ کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح پر پوری ایک بکری سے ولیمہ کیا۔ایسا ولیمہ ازواجِ مطہرات میں سے کسی کا نہیں کیا۔‘‘(صحیح بخاری: حدیث 5168)

یعنی تمام ولیموں میں یہ بہت بڑا ولیمہ تھا جس میں ایک پوری بکری کا گوشت پکایا گیا۔اِس ولیمہ کے علاوہ باقی ولیموں میں چھوارے پنیر وغیرہ کھلائے گئے تھے۔جیسا کہ پہلی حدیث میں گزر چکا۔

لیکن آج کل نام ونمود یا سماجی عار سے بچنے کے لیے قرض لے کر اگر قرضِ حسن نہ ملے تو سود وغیرہ پر پیسے لے کر خوب شاندار ولیمہ کا اِہتمام کیا جاتا ہے جو کہ ایک قبیح رسم ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ولیمہ اپنی حیثیت کے مطابق کرانا چاہیے۔اگر اِستطاعت نہ ہو تو کوئی ضروری نہیں کہ قرض لے کر گوشت روٹی،بریانی،چکن فرائی وغیرہ کھلایا جائے۔اگر چائے ناشتہ بھی کرا دیا جائے تب بھی ولیمہ کی سنت ادا ہو جائے گی۔

﴿جہیز کا بیان﴾

''جہیز'' عربی لفظ ''جِھـــاز'' سے ماخوذ ہے اور جہاز کا معنیٰ ہوتا ہے ساز و سامان جس کی ضرورت مسافر کو دورانِ سفر یا دلہن کو گھر سنبھالنے یا میت کو قبر تک پہنچانے کے لیے ہوتی ہے۔

جہیز کا پس منظر:

ہمارے ملک میں شادی بیاہ کی اکثر و بیشتر رُسومات ہندوانہ کلچر سے لی گئی ہیں۔ بھارت کے لوگوں نے اِسلام قبول تو کیا لیکن ہندو دھرم کی بہت ساری رُسومات اُن میں باقی رہ گئیں، اُنھیں رُسومات میں سے ایک رسم جہیز ہے۔

چوں کہ ہندو لوگ جائیداد میں اپنی بیٹیوں کو حصہ نہیں دیتے تھے اِس لیے شادی کے وقت جہیز کی شکل میں لڑکی کو کچھ ساز و سامان دے دیا کرتے تھے۔ ہندؤوں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی آہستہ آہستہ اِس رسمِ بد کو بڑھاوا دیا یہاں تک کہ جہیز شادی کا ایک اہم ترین حصہ اور غریب والدین کا دردِ سر بن گیا جس سے چھٹکارا پانا بظاہر ناممکن نظر آتا ہے۔

اِسلام میں جہیز کا تصور:

نکاح کے وقت لڑکی کے والدین بہت سارا ساز و سامان لڑکے کو دیتے ہیں۔ جب کہ اِسلامی شریعت میں مرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ زِندگی کے لیے مختصر ضروری سامان خود خریدے۔ یہ ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے مردوں پر لازِم کی ہے نہ کہ لڑکی والوں پر۔

اِسلامی رِوایات میں دور دور تک کہیں بھی جہیز لینے دینے کا تصور نہیں ملتا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی چار صاحب زادیوں کی شادی کی لیکن کسی بیٹی کو بھی جہیز نہیں دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک چادر ایک مشکیزہ اور تکیہ وغیرہ جو دیا تھا وہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی دی ہوئی مہر معجّل کی رقم سے تھا۔ پھر یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ہی کی

پرورش میں تھے اور چچازاد بھائی بھی تھے اور ایک سرپرست کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے ماتحت کی کفالت کرے۔ اِس پر بھی ہم تفصیلی گفتگو کریں گے۔

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز:

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز بہت ہی مختصر تھا۔ بان کی ایک چارپائی، چمڑے کا ایک گدّا جس میں روئی کی جگہ کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، ایک چھاگل، ایک مَشک، دو چکّیاں، دو مٹّی کے گھڑے۔ کچھ رِوایتوں میں تکیے کا بھی ذکر ملتا ہے۔

حضرت حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک مکان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کر دیا تاکہ اُس میں حضرت علی اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما شادی کے بعد رہ سکیں۔

(ماخوذ از مدارج النبوۃ: ۲/۱۱۱)

یہ مختصر ساز وسامان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زِرہ کے پیسوں سے اپنی صاحب زادی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیا تھا۔ اگر آپ چاہتے تو دنیا کی ہر چیز دے سکتے تھے، آپ تو بس اِک اِشارہ فرماتے جنت سے آپ کی بیٹی کے لیے ایسا جہیز آتا جسے دیکھ کر سب لوگ حیران رہ جاتے لیکن آپ نے اپنی اُمّت کو یہ پیغام دیا: اے لوگو! سادگی کے ساتھ شادی کرو، شادی میں فضول خرچی مت کرو، جہیز کے لیے اپنی بیٹیوں کو بوڑھا مت کرو۔

جہیز فاطمی کی آڑ میں اپنا اُلّو سیدھا کرنا:

کچھ کم علم لوگ یہ کہتے ہیں کہ جہیز دینا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز دیا تھا۔ اِس لیے ہم بھی اپنی بچیوں کو جہیز دیتے ہیں۔ لیکن جہیز فاطمی کی حقیقت سے وہ لوگ ناواقف ہیں۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا رِشتہ سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے طے ہوگیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! تمہارے پاس میری بیٹی فاطمہ کو دینے

کے لیے کچھ ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جنگ بدر میں جو زِرہ ملی تھی، بس وہی ایک زِرہ اور ایک گھوڑا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑا تو تمہارے کام کا ہے، ایسا کرو زِرہ بیچ دو۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سُن کر آپ نے وہ زِرہ بیچ دی۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے اُس زِرہ کو آپ سے تقریباً پانچ سو (۵۰۰) درہم میں خرید لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ ۵۰۰ درہم لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ پھر اُن ۵۰۰ درہم سے شادی کا ضروری سامان خریدا گیا اور مہر معجّل کی رقم ادا کی گئی۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ جہیز دینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اُس کا جواب ملاحظہ کریں۔

جواب:

جہیز کا یہ مختصر سامان حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زِرہ بیچ کر خریدا گیا تھا۔ نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیسوں سے۔ اِس لیے کہ بیوی کا نان ونفقہ اور سکنٰی وغیرہ یہ سب شوہر کے ذمہ واجب ہے۔

تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا تھا تو کیا اُس تھوڑے سے سامان کو آج کوئی جہیز کہے گا؟ آج جب تک موٹر سائیکل، فریز، ڈبل بیڈ، واشنگ مشین، کولر، ایل سی ڈی وغیرہ نہ دی جائے تو وہ جہیز ہی نہیں۔

جہیز کی وجہ سے نہ جانے کتنی لڑکیوں کی شادی نہیں ہو پاتی، غریب والدین قرض لے کر جہیز کا اِنتظام کرتے ہیں۔ بچی پیدا ہوتے ہی اُس کی شادی کی فکر لاحق ہو جاتی ہے۔

جہیز کی وجہ سے شادیاں ٹوٹ جاتی ہیں، کم جہیز لانے پر لڑکیوں پر ظلم کیا جاتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ جہیز کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے، اگر جہیز اِتنا ہی ضروری ہوتا تو قرآن وحدیث اور فقہ کی بڑی بڑی کتابوں میں اِس کا ذکر ضرور ملتا۔

جہیز فاطمی کی آڑ میں جہیز کی بے ہودہ رسم کو سنت کا نام دے کر اپنا الو سیدھا کرنا ہے جو بہت ہی گھٹیا بات ہے۔ اور شریعت میں اپنی طرف سے گڑھنا ہے جو کہ جرمِ عظیم ہے۔

جہیز کی مانگ کرنا کیسا؟

لڑکا یا اُس کے گھر والوں کا شادی کرنے کے لیے نقد روپیہ یا سامانِ جہیز مانگنا یا موٹر سائیکل وغیرہ کا مطالبہ کرنا ناجائز وحرام ہے۔ اِس لیے کہ جہیز کا مطالبہ کرنا رِشوت ہے۔

جیسا کہ ’’البحر الرائق‘‘ میں یہ لکھا ہے:

’’وَلَوْ أَخذَ أَهْلُ الْمَرْأَةِ شَيْئًاعِنْدَ التَّسْلِيْمِ فَلِلزَّوْجِ أَنْ يَسْتَرِدَّهُ، لِأَنَّهُ رِشْوَةٌ.‘‘

ترجمہ:

’’اور اگر عورت کے گھر والوں نے رُخصتی کے وقت کچھ لیا تو شوہر کو اُس کے واپس لینے کا حق ہے اِس لیے کہ یہ رِشوت ہے۔‘‘ (البحر الرائق:۳/۲۰۰)

مذکورہ عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شادی کے وقت جب لڑکے سے کچھ مال وغیرہ لینا رِشوت ہے تو اُسی طرح لڑکی یا اُس کے گھر والوں سے مال وغیرہ لینا رِشوت کے مثل ہوگا۔

اِس لیے کہ آیت کریمہ ’’ اَنْ تَبْتَغُوْا بِأَمْوَالِكُم ‘‘ کے مطابق نکاح کے عوض مہر کی صورت میں شوہر پر مال دینا واجب ہوتا ہے اور بیوی پر کسی بھی حالت میں نکاح کے بدلے کوئی مال واجب نہیں ہوتا۔ لہٰذا نکاح پر لڑکی یا اُس کے گھر والوں سے مال وصول کرنا ہر حال میں رِشوت کے مثل ہے۔ اِس سے بچنا ضروری ہے۔

مروّجہ جہیز کی قسمیں اور اُس کا حکم:

موجودہ دور میں جہیز دینے کے دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت میں اِس کا جواز ہے اور دوسری صورت میں عدمِ جواز۔ اِس کو سمجھنے کے لیے اُن صورتوں کو سامنے رکھنا ضروری ہے جن کے پیشِ نظر جہیز دیا جاتا ہے۔ یہ صورتیں حسبِ ذیل ہیں:

﴿۱﴾ شان وشوکت، نمود ونمائش، شہرت اور فخر کے اِظہار کے لیے۔

﴿۲﴾ اِسراف وتبذیر (فضول خرچی) کی حد تک اِس کا اِہتمام کرنا۔

﴿۳﴾وراثت سے محروم کرنے کا اِرادہ رکھنا۔

﴿۴﴾محض ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی رسمی طور پر جہیز دینا۔

﴿۵﴾عدم اِستطاعت کے باوجود قرض لے کر جہیز کا اِنتظام کرنا۔

﴿۶﴾ مشرکوں کی رسم کی نقالی کرتے ہوئے جہیز دینا۔

﴿۷﴾تعاون، ہدیہ اور صلۂ رحمی کے طور پر جہیز دینا۔

اوّل الذکر چھ کی چھ صورتوں میں جہیز صرف اور صرف ایک قبیح رسم ہے، اِس لیے یہ ناجائز ہے۔ اور اِس ناجائز صورت میں اکثر و بیشتر مذکورہ ساری خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ اِس اِعتبار سے جہیز کی یہ رسم تمام مذکورہ وخرابیوں کا مجموعہ ہے۔ اِسے کس طرح جائز قرار دیا جاسکتا ہے؟ اِس میں شان وشوکت کا اِظہار اور نمود ونمائش کا جذبہ بھی ہے۔ اِسراف کی حد تک اِس کا اِہتمام بھی کیا جاتا ہے، اِس لیے ہر چیز دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔

جن کے پاس جہیز دینے کی اِستطاعت نہیں ہوتی وہ قرض لے کر حتیٰ کہ قرضِ حسن نہ ملے تو سود پر قرض لے کر یہ رسم پوری کرتے ہیں۔ بھر پور جہیز دینے میں وِراثت سے محروم کرنے کا اِرادہ بھی کارفرما ہوتا ہے۔

ہندو مذہب میں وِراثت میں لڑکیوں کا حصہ نہیں ہوتا ہے اِس لیے وہ شادی کے موقعے پر لڑکی کو دَان دے دیتے ہیں۔ یہی دان کا تصور (وِراثت سے محروی کا نظریہ) مسلمانوں میں جہیز کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اِس اعتبار سے یہ خالص ہندوانہ رسم ہے۔ اگر جہیز میں مذکورہ برائیوں میں سے کوئی ایک بھی موجود ہو تو جہیز کی یہ رسمِ بد بالکل ناجائز ہے۔

اِس میں صرف ساتویں صورت جائز کی نکلتی ہے اور وہ یہ کہ ہدیہ اور بطورِ تحفہ شرعی حدود کو قائم رکھتے ہوئے کچھ ضروری ساز وسامان دے دیا جائے۔ لیکن اِس میں بھی خیال رکھیں کہ جہیز کی نمائش کی بالکل نہ ہو۔

﴿ہم بستری کا بیان﴾

شادی کی پہلی رات ہم بستری کا اِسلامی طریقہ:

جب کسی مسلم نوجوان کی شادی ہونے والی ہوتی ہے تو وہ شبِ زُفاف یعنی شادی کی پہلی رات کے متعلق اپنے دوست واحباب سے جاننے کی کافی کوششیں کرتا ہے یعنی شادی کی پہلی رات میں کیا ہوتا ہے؟ اِس رات بیوی سے کس طریقے سے ملنا چاہیئے؟

اِس رات ہم بستری کرنے کا اِسلامی طریقہ کیا ہے؟ اور اِس پہلی رات کو لے کر کچھ لوگ کافی زِیادہ گھبراہٹ کا شکار بھی ہوجاتے ہیں۔

شادی کی پہلی رات اور ہم بستری کے آداب ملاحظہ فرمائیں۔

❁ شادی کی پہلی رات جب شوہر، دُلہن کے کمرے میں داخل ہوتو سب سے پہلے محبت بھرے لہجے میں سلام کرے۔

❁ آپس میں اُلفت ومحبت کی باتیں کریں۔شوہر اپنیبیوی سے اُس کی عادتوں کے بارے میں پوچھے، اُسے کیا پسند ہے، کیا اچھا لگتا ہے اور کیا چیزیں ناپسند ہیں؟ اُس کے خاندان کے بارے میں پوچھے، اُس کی پڑھائی کے بارے میں بات چیت کرے، اور بیوی بھی شوہر کی ہر بات کا صاف صاف جواب دے۔

❁ بہتر ہے کہ پہلیہی رات میں بیوی کو ہاتھ لگانے سے پہلے اُس کا مہر ادا کردے۔

❁ شوہر اپنی طرف سے بیوی کو کوئی عمدہ تحفہ بھی پیش کرے، اِس سے میاں بیوی کے درمیان میں اُلفت ومحبت بڑھتی ہے۔

❁ شوہر بیوی کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھے:

جیسا کہ ''الدعاء للطبرانی'' کی رِوایت ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

إِذَا تَزَوَّجَ أَحَدُكُمُ امْرَأَةً فَلْيَأْخُذْ بِنَاصِيَتِهَا وَلْيَقُلْ:

جب تم میں سے کوئی کسی عورت سے نکاح کرے تو اُس کی پیشانی پکڑ کر کہے:

”اَللّٰھُمَّ !اَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِھَا وَخَیْرِمَاجُبِلَتْ عَلَیْہِ،وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَاوَشَرِّمَاجُبِلَتْ عَلَیْہِ.“

ترجمہ:

”اے اللہ! میں تجھ سے اِس کی بھلائی مانگتا ہوں اوراُس چیز کی بھلائی جس پر اِسے پیدا کیا گیا ہے،یعنی اچھے اخلاق،اورمیں تیری پناہ چاہتا ہوں، اِس کی برائی سےاوراُس چیز کی برائی سے جس پر اِسے پیدا کیا گیا ہےیعنی برے اخلاق وافعال سے۔“

(الدعاءللطبرانی:حدیث940)

❁ پھردونوں میاں بیوی ایک ساتھ دورکعت نمازِشکرانہ اِس طرح پڑھیں کہ مرد آگے کھڑاہواورعورت پیچھے،جماعت سے نہیں توالگ الگ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

ہم بستری کرنے کی دعا:

❁ ”سننِ ترمذی“میں حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے،اللہ کے رسول ﷺ نے اِرشادفرمایا:

جب تم سے کوئی اپنی بیوی سے ہم بستری کرنا چاہے تو وہ یہ دعا پڑھ لے:

”بِاسْمِ اللّٰہِ،اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ،وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَاعَلَیْہِ.“

ترجمہ:

”اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں،اے اللہ!ہمیں شیطان سے محفوظ فرما اور جوہمیں عطا کرے اُسے بھی شیطان سے محفوظ فرما۔“ (سنن ترمذی:1092)

اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

”فَإِنْ قَضَی اللّٰہُ بَیْنَھُمَا وَلَدًا لَمْ یَضُرَّہُ الشَّیْطَانُ.“(سنن ترمذی:1092)

جو مسلمان یہ دعا پڑھ کر ہم بستری کرے گا ، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اُسے جو اولاد عطا فرمائے گا تو اُسے شیطان کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

یہ دعا ستر کھولنے سے پہلے پڑھے اور سب سے بہتر ہے کہ کمرے میں داخل ہونے سے پہلے ہی بسم اللہ شریف پڑھ کر دایاں قدم اندر داخل کرے۔ اگر ہمیشہ ایسا کرتا رہے گا تو شیطان کمرے میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

صرف پہلی رات ہی نہیں جب بھی ہم بستری کرے اِس دعا کو پڑھ لیا کرے۔

''**غنیۃ الطالبین**'' میں ہے:

''صحبت سے پہلے بیوی سے ملاعبت کر کے اُسے تیار کرے اور اپنی خواہش پوری ہو جانے کے بعد لاپروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فوراً ہی عورت سے الگ نہ ہو جائے ، بلکہ عورت کی خواہش پوری ہونے تک اِنتظار کرے ، ورنہ عورت کو مکمل تسلی نہیں ہوگی ، اور یہ چیز بعد میں نفرت ، کدورت ، اور جدائی کا سبب بن سکتی ہے۔ (غنیۃ الطالبین:۱/۱۰۴)

❁ ہم بستری سے فراغت کے بعد شوہر بیوی کو الگ الگ کپڑے سے اپنا ستر صاف کرنا چاہیے کیوں کہ دونوں کا ایک ہی کپڑا اِستعمال کرنا نفرت اور جدائی کا سبب بن سکتا ہے۔
(کیمیائے سعادت:۲۶۵)

آج کل ٹشو پیپر کا اِستعمال نہایت آسان ہے گھر میں ایک پیکٹ ٹشو پیپر ضرور رکھیں۔

❁ فارغ ہونے کے بعد دونوں پیشاب کر لیں تاکہ منی کے جو قطرے اندر رہ گئے ہوں وہ باہر نکل آئیں ورنہ کوئی تکلیف دہ بیماری ہو سکتی ہے۔

❁ اِنزال یعنی منی خارج ہونے کے بعد یا دوسری مرتبہ صحبت کرنے کا اِرادہ ہو تو کچھ دیر بعد شرم گاہیں دھو لیں اور بہتر ہے کہ وضو کر لیں ورنہ ہونے والے بچے کو بیماری ہو سکتی ہے۔

❁ ہم بستری کرتے وقت اچھی نیت ہونی چاہیے ، مثلاً پاک دامنی ، بیوی کا حق ادا کرنا یا نیک صالح اولاد کا حصول تو اِس میں ثواب بھی ملے گا۔

۞ حیوانوں کی طرح بیوی کو اپنی ہوس کا شکار نہیں بنانا چاہئے۔
۞ بیوی کی اگلی شرم گاہ میں جس طرح چاہیں مثلا بیٹھ کر لیٹ کر ہم بستری کر سکتے ہیں۔
۞ شوہر بیوی کو ایک دوسرے کا ستر (شرم گاہ) دیکھنا اور چھونا جائز ہے مگر حکم یہی ہے کہ مقامِ مخصوص کی طرف نہ دیکھا جائے کیوں کہ اِس سے نسیان یعنی حافظہ کمزور ہوتا ہے اور نگاہ بھی کمزور ہو جاتی ہے۔
۞ ہم بستری کے وقت چادر وغیرہ اوڑھ لیں، بالکل ننگے ہو کر ہم بستری نہ کریں۔
۞ لائٹ وغیرہ بھی بند کر دیں، ہو سکے تو زیرو واٹ کا بلب لگا لیں۔
۞ قبلہ کی طرف رُخ نہ کریں، بلکہ اتر یا دکھن طرف رُخ کریں۔
۞ ہم بستری کے دوران بات چیت بھی نہ کریں۔
۞ جو بچہ سمجھدار ہو اُس کے سامنے صحبت کرنا مکروہ ہے۔
۞ جماع کے وقت کسی اور کا تصور نہ کریں، کیوں کہ یہ بہت سخت گناہ ہے۔
۞ جماع کے بعد پانی پینا صحت کے لیے مفید نہیں لہٰذا کچھ وقفے کے بعد پانی پئیں۔

(بستان العارفین:۱۳۸)

ہم بستری کے یہ آداب صرف پہلی رات ہی نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے ہیں۔

شبِ زُفاف کی باتیں دوستوں سے شیئر کرنا:

شادی کی پہلی رات کی باتیں اور جو کچھ بھی ہوتا ہے میاں بیوی کسی سے بیان نہ کریں، کیوں کہ یہ بے حیائی اور بے شرمی ہے۔ کچھ خواتین کو دیکھا جاتا ہے وہ اپنے سہیلیوں سے سب کچھ بیان کر دیتی ہیں، اِسی طرح شوہر بھی اپنے دوستوں سے پہلی رات کی پوشیدہ باتیں ظاہر کر دیتا ہے۔ جب کہ ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔

کیوں کی حدیثِ پاک میں اِس سلسلے میں سخت وعید آئی ہے۔

''صحیح مسلم'' کی حدیث ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔
اللہ کے رسول ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الرَّجُلَ يُفْضِيْ إِلٰى امْرَأَتِهٖ، وَتُفْضِي إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا.''

ترجمہ : ''قیامت کے دن خدا کے نزدیک لوگوں میں سب سے بدترین شخص وہ ہوگا جو اپنی بیوی کے پاس جاتا ہےاور وہ اُس کے پاس جاتی ہے پھر وہ اپنی بیوی کا راز فاش کرتا ہے۔''
(صحیح مسلم: حدیث 1437)

شادی کی پہلی رات ہم بستری کرنا ضروری ہے؟

شادی کی پہلی رات ہم بستری کرنا ضروری ہے یا نہیں اِس سلسلے میں کوئی رِوایت نہیں ملتی۔شادی کی پہلی رات میں ہم بستری کرنا نہ فرض ہے نہ واجب، اور اِس رات ہم بستری کرنے سے شریعت میں منع بھی نہیں کیا گیا ہے۔

کیا ہم بستری کرنے میں ثواب ملتا ہے؟

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ہم بستری کرتا ہے تو اُسے اُس پر اجروثواب حاصل ہوتا ہے۔ کیوں کہ اُس نے حرام کو چھوڑ کر حلال کو اِختیار کیا۔

اِس کی تائید نبیِ اکرم ﷺ کی درج ذیل حدیثِ مبارکہ سے بھی ہوتی ہے:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کچھ صحابہ کرام نے نبیِ اکرم ﷺ سے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ!

ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالْأُجُوْرِ، يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ، وَيَتَصَدَّقُوْنَ بِفُضُوْلِ أَمْوَالِهِمْ.

مال دار لوگ اجر وثواب اکٹھا کر گے۔ وہ اُسی طرح نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم

نماز پڑھتے ہیں اور وہ روزے رکھتے ہیں جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں اور وہ اپنے زائد مالوں سے صدقہ وخیرات کرتے ہیں۔

یہ سن کر اللہ کے رسول ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

”وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ“قَالُوْا:يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُوْنُ لَهُ فِيْهَا أَجْرٌ؟ قَالَ:أَرَأَيْتُمْ لَوْوَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيْهَاوِزْرٌ؟ فَكَذٰلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ.“

”اورتم میں سے ہر ایک کی شرم گاہ میں صدقہ ہے۔“صحابہ کرام نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے کوئی اپنی شہوت پوری کرتا ہے تو کیا اُسے اُس پر بھی اجروثواب ملے گا؟ تو نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا:”اچھا تم مجھے یہ بتاؤ کہ اگر وہ اُسے حرام میں اِستعمال کرے تو کیا اُسے گناہ ہوگا؟ اِسی طرح اُسے حلال میں اِستعمال کرے گا تو اُسے اجروثواب حاصل ہوگا۔“ (صحیح مسلم: حدیث1006)

لڑکا یا لڑکی کی وِلادت کے لیے ایک طبی نسخہ:

اگر لڑکے کی پیدائش کا اِرادہ ہو تو جماع کے بعد عورت کو فوراً دائیں پہلو، کروٹ لیٹنے کا حکم دیں، اگر نطفہ قرار پا گیا تو اِن شاء اللہ تعالیٰ لڑکا ہی ہوگا۔

اور اگر لڑکی کی پیدائش کا اِرادہ ہو تو عورت کو فوراً بائیں پہلو، کروٹ لیٹنے کا حکم دیں۔ اا گر حمل ٹھہر گیا تو اِن شاء اللہ تعالیٰ لڑکی پیدا ہوگی۔ اور اگر فی الحال اولاد کے حصول کا اِرادہ نہ ہو تو اِنزال کے فوراً بعد عورت سیدھی کھڑی ہو جائے تو اِس سے حمل نہیں ٹھہرے گا۔

(مجربات یوسف:۴۲)

کس طرح مباشرت کرنے سے حمل ٹھہرتا ہے؟

ہم بستری کے لیے کس طرح لیٹنا چاہئے کہ حمل ٹھہر جائے؟ تو اِس میں دو طریقے مفید ہیں۔

پہلا طریقہ: جو ہر جان دار میں فطری طریقہ ہے کہ مرد اوپر ہو اور عورت نیچے، یہ طریقہ اِستقرارِ حمل کے لیے مفید ہے۔

قرآن کریم میں بھی اِس سلسلے میں رہنمائی ملتی ہے۔

”فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا.“

”جب مرد ڈھانپ لیتا ہے عورت کو تو وہ حاملہ ہو جاتی ہے۔“ (اعراف: آیت ۱۸۸)

دوسرا طریقہ: جس کا ذکر حدیثِ مبارکہ میں کیا گیا ہے:

”إِذَا قَعَدَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا.“

”جب مرد عورت کے دونوں ہاتھ اور پیروں کے درمیان بیٹھ جائے، پھر مشقت میں ڈالے عورت کو (یعنی مباشرت کرے)۔“

یعنی عورت لیٹی ہو اور اُس کی ٹانگ اٹھا کر جماع کرے، یہ طریقہ بھی حمل ٹھہرانے کے لیے مفید ہے۔

پیچھے کے مقام میں ہم بستری کرنے کا حکم:

آج کل مغربی تہذیب میں تو یہ فعل بہت عام ہو چکا ہے۔ اگلی پچھلی شرم گاہ میں کچھ فرق نہیں کیا جاتا، لیکن ہمارا اِسلام اِس سے بہت سختی کے ساتھ منع فرماتا ہے۔

عورت کی پچھلی شرم گاہ میں صحبت کرنا ناجائز و حرام ہے اور ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ”سورۂ بقرہ“ میں اِرشاد فرماتا ہے:

”فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ.“

”تم اپنی کھیتیوں پر جس طرح چاہو آؤ۔“ (بقرہ: آیت 223)

حَرث کہتے ہیں کھیتی کو یعنی جہاں سے پیداوار ہو۔ اور مرد کی کھیتی قبل (عورت کی آگے کی شرم گاہ) ہے۔ کیوں کہ بیوی کے پچھلے مقام میں مباشرت کرنے سے بچہ پیدا نہیں ہوتا

ہے۔ نیز یہ کہ وہ پاخانہ اور گندگی کا راستہ ہے۔

اور پچھلے مقام میں مباشرت کرنے والوں کے متعلق بہت ساری وعیدیں آئی ہیں۔

حدیثِ پاک میں ایسا کرنے والوں کو ملعون کہا گیا ہے۔

''سننِ ابی داؤد'' کی حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

''مَلْعُوْنٌ مَنْ اَتٰی اِمْرَأَتَهٗ فِي دُبُرِهَا.''

''جو شخص اپنی بیوی کی پچھلی شرم گاہ میں جماع کرے وہ ملعون ہے۔''

(سنن ابی داؤد: حدیث 2162)

پچھلے مقام میں مباشرت کرنے والے کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔

''سننِ ابنِ ماجہ'' کی حدیث ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

''لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلٰى رَجُلٍ جَامَعَ امْرَأَتَهٗ فِي دُبُرِهَا.''

''اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا جو اپنی بیوی کی پچھلی شرم گاہ میں جماع کرتا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ: حدیث 1923)

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَا تَأْتُوا النِّسَاءَ فِي أَدْبَارِهِنَّ.''

''اللہ تعالیٰ حق بات سے حیا نہیں فرماتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ تین بار فرمایا اور فرمایا عورتوں کی دُبُر (پیچھے کے راستہ) میں جماع نہ کرو۔'' (سنن ابن ماجہ: حدیث 1924)

مذکورہ آیت واحادیث سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ پچھلی شرم گاہ میں صحبت کرنا سخت ناجائز وحرام اور گناہ کا کام ہے۔

حالتِ حیض میں ہم بستری کرنا:

حیض (Period) کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرنا حرام ہے۔

حالتِ حیض میں ہم بستری حرام ہونے کی وجہ بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادی ہے:

”وَيَسْــأَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوْا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ.“

”(اے محبوب!) یہ لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ فرمادیجئے! وہ ایک گندگی ہے، تم لوگ حیض کی حالت میں اپنی عورتوں سے دور رہو (ہم بستری نہ کرو) جب تک وہ پاک نہ ہوجائیں۔“ (سورہ بقرہ: آیت 222)

حالتِ حیض میں ہم بستری کے نقصانات سائنس کی روشنی میں:

قرآن پاک میں حالتِ حیض میں مباشرت کرنے کو حرام تو فرمایا ہی گیا ہے لیکن اِس حالت میں مباشرت کرنے کے کئی طبی نقصانات بھی ہیں:

حیض والی عورت سے مباشرت کرنے سے ماہواری کے خون کے بہاؤ کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ اِس کے علاوہ اَندامِ نِہانی کو نقصان پہنچتا ہے، اُس میں سوزِش کا خطرہ بڑھ جاتا ہے اور مرد کے عضوِ تناسل کو بھی سوزِش کا خطرہ لاحق ہوجاتا ہے۔

ماہواری کے دوران بچہ دانی کی پرت گر جاتی ہے اور یہ جراثیم کے لیے خطرناک ہو جاتی ہے اور اِس دوران مرد کے عضوِ تناسل کے جراثیم بچہ دانی میں داخل ہوکر اُسے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اِس کے علاوہ اور بھی خطرناک امراض لاحق ہوسکتے ہیں۔

بانجھ پن:

حالتِ حیض میں مباشرت کرنا نہ صرف عورت کو نقصان پہنچاتا ہے بلکہ اِس عمل سے مرد کو بھی نقصان پہنچتا ہے، جس کے نتیجے میں اُس کے تولیدی نظام میں انفیکشن ہوسکتا ہے

اورعورت بانجھ پن کا شکار ہوسکتی ہے۔

Hepatitis(لیور کی سوجن):

حیض کے دوارن مباشرت کرنے سے مرد وعورت دونوں کا ہیپا ٹائٹس میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے۔ کیوں کہ یہ بیماری عورت کی بیضہ دانی سے جاری خون اور مرد کے عضوِ تناسل سے جاری سیال کے ذریعے ایک دوسرے میں منتقل ہوتی ہے۔

Hiv(ایچ۔آئی۔وی ایڈز):

دورانِ مباشرت پھیلنے والے وائرس میں ایچ۔آئی۔وی ایڈز بھی شامل ہے۔ چوں کہ یہ وائرس خون میں موجود ہوتا ہے، لہٰذا حیض والے خون کے رابطے میں آنے سے اِس وائرس کے پھیلنے کا اندیشہ زِیادہ رہتا ہے۔

قرآن پاک کا یہ اِعجاز دیکھئے کہ حالتِ حیض میں مباشرت کوحرام فرما کر اُمت کو کتنے خطرناک اور مہلک امراض سے محفوظ فرما دیا۔

(ایک طبی ویب سائٹ Marham.pk.com سے ماخوذ)

حاملہ عورت سے ہم بستری کرنا سائنس کی روشنی میں:

حاملہ بیوی سے ہم بستری کرنا جائز ہے، جب تک بیوی ہم بستری کرنے کی اِجازت دے یعنی وہ تکلیف محسوس نہ کرے اور حمل کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔

شرعاً حاملہ بیوی سے جماع کی ممانعت نہیں۔ حاملہ بیوی سے ہم بستری کے لیے طبّی طور پر کوئی بھی مناسب اور محفوظ طریقہ اپنایا جاسکتا ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ حمل کے آخری مہینہ میں جماع کرنا بیوی کے لیے نقصان دہ ہے یا نہیں؟ تو اِس بارے میں تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر سے رابطہ کیا جائے کیوں کہ یہ عورت کی طبیعت اور حمل کے اِعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔

اِسلام میں (Oral sex) اورل سیکس کا حکم:

اورل سیکس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر بیوی کا ایک دوسرے کی شرم گاہ چاٹنا، زبان لگانا، یا آلۂ تناسل کو بیوی کے منہ میں داخل کرنا۔

آج کل بعض مسلم نوجوان انٹرنیٹ پر مغربی تہذیب کی فحاش فلمیں اور تصاویر دیکھ کر اِس عمل کو بڑے شوق اور دلچسپی سے کرتے ہیں۔

حالاں کہ یہ عمل میاں بیوی کے درمیان بھی غیر شریفانہ اور غیر مہذب ہے۔ میاں بیوی کا ایک دوسرے کی شرم گاہ کو دیکھنا بھی غیر مناسب ہے اور یہ نسیان کی بیماری کا سبب بنتا ہے، لہٰذا اِس سے اِحتراز ضروری ہے۔

شریعت میں جماع کے وقت کے کچھ آداب ہیں۔ مثلاً: جماع کے وقت شرم گاہ پر نظر نہ ڈالی جائے، بقدرِ ضرورت ستر کھولا جائے۔

''ابنِ ماجہ'' کی حدیث ہے، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''مَا نَظَرْتُ، أَوْمَارَأَيْتُ فَرْجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَطُّ.''

''میں نے رسول اللہ ﷺ کا ستر کبھی نہیں دیکھا۔'' (ابن ماجہ: حدیث 662)

جانور کی طرح بالکل ننگا ہو کر جماع نہ کیا جائے۔

''سننِ ابنِ ماجہ'' ہی کی حدیث ہے، اللہ کے رسول ﷺ اِرشاد فرماتے ہیں:

''إِذَا أَتٰى أَحَدُكُمْ أَهْلَهٗ فَلْيَسْتَتِرْ، وَلَا يَتَجَرَّدْ تَجَرُّدَ الْعِيْرَيْنِ.''

''جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے تو پردہ کرے، اور گدھوں کی طرح ننگا نہ ہو۔ (یعنی بالکل برہنہ نہ ہو)'' (ابن ماجہ: حدیث 1921)

اورل سیکس میں احادیث میں مذکور آداب کی رِعایت کرنا ناممکن ہے۔

منی جو ناپاک ہے اُسے منھ میں داخل کرنا اور پھر زبان جس سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جس منھ سے کلمہ پڑھا جاتا ہے، قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے، درود شریف

پڑھا جاتا ہے اُس کو ایسے خسیس فعل میں اِستعمال کرنے کو دل کیسے گوارا کر سکتا ہے؟

زبان سے شرم گاہ کو چاٹنا، نفس کو منھ میں لینا وغیرہ کسی بھی طرح مناسب معلوم نہیں ہوتا ہے، نیز یہ جانوروں کا طریقہ ہے۔

اِس لیے بہر صورت ایک مسلمان کو اِس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ البتہ اگر کوئی شخص غلبۂ شہوت میں ایسی حرکت کر لے، اور شرم گاہ پر نجاست نہ لگی ہو تو اِس صورت میں اِس فعل کو حرام تو نہیں کہا جائے گا، البتہ مکروہ ضرور ہوگا۔

نیز یہ کہ شرم گاہ کا ظاہری حصہ پاک ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر پاک چیز کو منھ میں لیا جائے، چاٹا جائے۔ ناک کی رُطوبت پاک ہے تو کیا ناک کے اندرونی حصے کو چاٹنا، اُس کی رطوبت کو منھ میں لینا پسندیدہ ہو سکتا ہے؟ اُسے چومنے کی اِجازت ہوگی؟ ہرگز نہیں! اِسی طرح عورت کی شرم گاہ کو چوسنے اور زبان سے چاٹنے کی اِجازت نہیں ہوگی یہ سخت ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔

''المحیط البرہانی'' میں ہے:

''إِذَا أَدْخَلَ الرَّجُلُ ذَكَرَهُ فَمَ امْرَأَتِهِ فَقَدْ قِيلَ: يَكْرَهُ؛ لِأَنَّهُ مَوْضِعُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ، فَلَا يَلِيقُ بِهِ إِدْخَالُ الذَّكَرِ فِيهِ.''

''جب مرد اپنے آلۂ تناسل کو اپنی بیوی کے منھ میں داخل کرے تو کہا گیا ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ اِس لیے کہ وہ قرآن پڑھنے کی جگہ ہے۔ لہٰذا منھ میں نفس کو داخل کرنا مناسب نہیں۔''

(المحیط البرہانی: ۴۰۸/۵)

بیوی کا دودھ پینے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

کچھ مرد حضرات ہم بستری کے وقت اپنی بیوی کے پستان کا بوسہ لیتے ہیں اُسے چوستے ہیں۔ کیوں کہ اِس سے شہوت میں اِضافہ ہوتا ہے۔ بیوی کا پستان چومنے کی دو صورتیں ہیں ایک صورت میں جائز اور دوسری صورت میں حرام و مکروہ ہے۔

لیکن اِس سے نکاح نہیں ٹوٹے گا یعنی بیوی حرام نہیں ہوگی۔
فقہ حنفی کی بہت ہی مشہور و معروف کتاب ''درِّ مختار'' میں ہے:
''مَصَّ رَجُلٌ ثَدْیَ زَوْجَتِهٖ لَمْ تَحْرُمْ.''
''مرد نے اپنی بیوی کا دودھ پیا تو وہ حرام نہیں ہوگی۔'' (درمختار:3/225)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ سے بیوی سے ہم بستری کے دوران رُخسار اور پستان کا بوسہ لینے، پستان کو منھ میں لینے اور دبانے کے بارے میں سوال کیا گیا۔
تو آپ نے جواب دیا: مرد کے لیے جائز ہے کہ اپنی بیوی کے سر سے لے کر پاؤں تک جیسے چاہے لطف اندوز ہو یعنی فائدہ اٹھائے، سوائے اُس جگہ کے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ بوسہ لینا مسنون و مستحب ہے اور اگر بوسہ لینا نیک نیت سے ہو تو اِس پر ثواب بھی ملتا ہے۔

رہا پستان کو منھ میں دبانا، تو اِس کا حکم بھی ایسا ہی ہے جب کہ بیوی دودھ والی نہ ہو اور اگر وہ دودھ والی ہے اور مرد اِس بات کا لحاظ رکھے کہ دودھ کا کوئی قطرہ اُس کے حلق میں داخل نہ ہونے پائے تو بھی حرج نہیں، اور اگر اُس دودھ میں سے جان بوجھ کر کچھ پیا تو یہ پینا حرام ہے۔ اور اگر وہ زیادہ دودھ والی ہے اور شوہر کو یہ ڈر ہے کہ پستان منھ میں لے گا تو دودھ حلق میں داخل ہوگا تو اِس صورت میں پستان کو منھ میں لینا مکروہ ہے۔
(فتاویٰ رضویہ:۱۲/۲۶۷، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

خلاصۂ کلام یہ کہ بیوی کا پستان چوسنا، منھ میں لینا اور دبانا جائز ہے۔ لیکن بیوی کا دودھ پینا جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔ بیوی کا دودھ پینے سے نکاح نہیں ٹوٹے گا چاہے دھوکے سے پیئے یا قصداً۔ اگر کسی نے دھوکے سی پی لیا تو باہر نکال دے اور جان بوجھ کر پیا تو توبہ بھی کرے۔

زِنا سے بچنے کے لیے مشت زنی کرنا کیسا؟

مشت زنی جسے عربی میں ''اِستمناء بالید'' یعنی ہاتھ سے منی نکالنا کہتے ہیں۔

مشت زنی کرنے والے کو حدیثِ پاک میں ملعون کہا گیا ہے۔مشت زنی کرنا گناہِ عظیم ہے،جنسی تسکین کے لیے اِس کا سہارا لینا بالکل جائز نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص (مرد ہو یا عورت،شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ) لذت حاصل کرنے کی خاطر مشت زنی کرتا ہے تو ایسا کرنا حرام ہے۔

جیسا کہ ''فتاوی شامی'' میں ہے۔

(قَوْلُهُ الِاسْتِمْنَاءُ حَرَامٌ)أَيْ بِالْكَفِّ إذَا كَانَ لِاسْتِجْلَابِ الشَّهْوَةِ.

ترجمہ: ہاتھ سے منی نکالنا حرام ہے جب کہ شہوت حاصل کرنے کی غرض سے ہو۔

(در مختار مع رد المحتار:۴/۲۷)

جس اِنسان پر شہوت کا غلبہ زِیادہ ہو تو ایسے شخص کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ جلد از جلد نکاح کر لے۔اگر نکاح کرنے کی قدرت نہ ہو تو روزہ رکھے،کیوں کہ روزہ شہوت کو توڑتا ہے۔

جیسا کہ ''صحیح مسلم'' کی حدیث ہے،نبیِ کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ،مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ،وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.''

اے نوجوانوں کی جماعت !تم میں سے جو بھی شادی کرنے کی اِستطاعت رکھے اُسے شادی کرنی چاہیے،اور جو طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے،اِس لیے کہ یہ اُس کے لیے ڈھال ہے۔ (صحیح مسلم:حدیث 5065)

اِنسان کے لیے مشت زنی آسان ہے،جب کہ روزے میں مشقت ہے،لیکن نبی ﷺ نے روزہ رکھنے کا حکم فرمایا یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ مشت زنی کرنا ناجائز و حرام ہے۔

﴿بعض جدید مسائل﴾

دورِ جدید میں اِزدِواجی زندگی سے متعلق بہت سارے جدید مسائل بھی پیش آرہے ہیں، اُن میں سے بعض اہم اور ضروری مسائل ہم تحریر کریں گے۔

مانعِ حمل اَدویہ کے اِستعمال کا شرعی حکم:

بغیر کسی مجبوری کے مانعِ حمل اشیا(دوا،انجیکشن وغیرہ) کا اِستعمال مقصدِ شرع وشارع کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ البتہ اگر عورت کی صحت خراب ہو، تکالیفِ حمل برداشت کرنے کی طاقت نہ ہو یا اِستقرارِ حمل میں ایسی تکالیف کا اندیشہ ہو جو نا قابلِ تحمل وبرداشت ہوں یا پہلے سے موجود بچے کی صحت خراب ہونے کا شدید خطرہ ہو تو اِن صورتوں میں عارضی طور پر مانعِ حمل اَدوِیہ اِستعمال کرنے کی اِجازت ہوگی۔

''الفقہ الاسلامی وادلتہ'' میں اِس کے متعلق لکھا ہے:

''یَجُوْزُ اسْتِعْمَالُ مَوَانِعِ الْحَمْلِ الْحَدِیْثَةِ کَالْحُبُوْبِ وَغَیْرِھَا لِفَتْرَةٍ مُؤَقَّتَةٍ۔''

''جدید مانعِ حمل دوائیں مثلاً گولیاں وغیرہ متعینہ مدت کے لیے اِستعمال کرنا جائز ہے۔''

امام زرکشی نے اِسے عزل کی طرح قرار دیا گیا ہے:

''یَجُوْزُ اسْتِعْمَالُ الدَّوَاءِ لِمَنْعِ الْحَبْلِ فِی وَقْتٍ دُوْنَ وَقْتٍ کَالْعَزْلِ۔''

''حمل روکنے کے لیے دوا کا اِستعمال جائز ہے کسی ایک وقت میں، عزل کی طرح۔''

(الفقہ الاسلامی وادلتہ:۲۶۴۴/۴)

کنڈوم اِستعمال کرنے کا شرعی حکم:

کنڈوم اِستعمال کرنے کا مقصد حمل کو روکنا ہے اور بعینہٖ یہی مقصد عزل (مباشرت کے وقت منی کو باہر نکالنے) میں ہوتا ہے اور عزل کرنا شریعت میں جائز ہے تو کنڈوم کا

اِستعمال بھی جائز ہوگا۔

لیکن بلا وجہ کنڈوم کا اِستعمال اچھا نہیں ہے، کنڈوم کا اِستعمال بوقتِ ضرورت جائز ہے۔مثلاً: پہلا بچہ ابھی دودھ پی رہا ہو، چھوٹا ہو یا عورت کی صحت کمزور ہو اور وہ حمل کی متحمل نہ ہو۔تو ایسی صورت میں کنڈوم اِستعمال کر سکتے ہیں، اِس میں شرعاً کچھ حرج نہیں۔

''صحیح بخاری'' کی رِوایت ہے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''کُنَّا نَعْزِلُ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَالْقُرْآنُ یَنْزِلُ.''

''ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عزل (ہم بستری کے وقت منی باہر نکالنا) کیا کرتے تھے اور وہ نزولِ قرآن کا زمانہ تھا۔'' (صحیح بخاری: حدیث 5207)

لیکن کنڈوم اِستعمال کرنے میں بیوی کی اِجازت ضروری ہے۔کیوں کہ یہ عزل کی طرح ہے۔اور عزل میں بیوی کی اِجازت ضروری ہے اِس لیے کہ یہ اُس کا حق ہے۔

جیسا کہ ''البحر الرائق'' میں ہے:

''أَنَّ الْعَزْلَ جَائِزٌ بِالْاِذْنِ وَهٰذَا هُوَ الصَّحِیْحُ عِنْدَ عَامَّةِ الْعُلَمَاءِ.''

''بیوی کی اِجازت سے عزل کرنا جائز ہے اور عام علما کے نزدیک یہی صحیح ہے۔''

اُسی میں ہے:

''وَالْإِذْنُ فِی الْعَزْلِ عَنِ الْحُرَّةِ لَهَا وَلَا یُبَاحُ بِغَیْرِهِ لِأَنَّهُ حَقُّهَا.''

''عزل کرنے میں بیوی کی اِجازت ضروری ہے، اُس کی اِجازت کے بغیر جائز نہیں، اِس لیے کہ یہ اُس کا حق ہے۔'' (البحر الرائق: ۳/۲۱۴)

مفتی عبدالمنان اعظمی رحمہ اللہ نے ''فتاویٰ بحر العلوم'' میں اِس کے تحت لکھا ہے:

''کنڈوم یا مانعِ حمل گولیا، یا ایسی تدابیر جن سے اِستقرارِ حمل نہ ہو، ہمارے نزدیک عزل ہی کے حکم میں ہیں۔'' (فتاویٰ بحر العلوم: ۲/۶۰۷، کتاب النکاح)

(Copper.t) کے ذریعہ بچہ دانی کا منھ بند کرانا:

کاپرٹی (Copper.t) یعنی حمل کو روکنے کا جدید طریقہ، یہ تانبے کی تاروں سے بنا ہوا (T) کی شکل کا ایک آلہ ہوتا ہے، اِسے عورت کی بچے دانی میں لگا دیا جاتا ہے۔ تین سال پانچ سال یا دس سال یا پھر زِندگی بھر کے لیے یہ حمل کو روک دیتا ہے۔

ایک طریقے سے اِس کے ذریعے عورت کی نل بندی کر دی جاتی ہے۔

لیکن ایک بار لگانے کے بعد جب چاہیں اِسے نکال بھی سکتے ہیں۔ آج کل بچوں میں وقفہ رکھنے کے لیے اِس طریقہ کا اِستعمال کافی زِیادہ کیا جارہا ہے۔

اِس کا حکم بھی عزل اور کنڈوم ہی کی طرح ہے یعنی خاص مجبوری کی صورت میں مثلاً حاملہ ہونے سے عورت کی جان کو خطرہ ہو، یا عورت اِتنی کمزور ہوگئی ہو کہ وہ حمل کا بوجھ نہ اٹھا سکتی ہو جس کی وجہ سے اُس کی جان جانے کا اندیشہ ہو یا گود میں دودھ پیتا بچہ ہو اور حمل ہونے سے اُس بچہ کے دودھ پر اثر پڑتا ہو۔ اِن حالات میں عورت کی رِضامندی سے (Copper.t) اِستعمال کرنے کی اِجازت ہوگی۔

حضرت مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی پاکستان نے اپنی کتاب ''ضبطِ تولید کی شرعی حیثیت'' میں کاپرٹی کے اِستعمال کو جائز لکھا ہے۔ (ضبط تولید کی شرعی حیثیت: ۷۵)

نل بندی یعنی بچہ دانی نکلوانا کیسا ہے؟

مذہبِ اِسلام میں بندش کا آپریشن کرانا یعنی ہمیشہ کے لیے بچہ دانی کو نکال دینا ناجائز و حرام ہے۔ کیوں کہ یہ تغییر لخلق اللہ ہے اور بحکمِ خصا (نس بندی) ہے۔

یہ عمل صرف تین صورتوں میں جائز ہے: پہلی صورت، جب عورت کو آپریشن سے بچہ پیدا ہوتا ہو اور مزید آپریشن کی گنجائش نہ رہے۔ دوسری صورت، جب کوئی ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ بچہ پیدا ہونے سے یا مزید بچے پیدا ہونے سے عورت کی جان کو خطرہ ہے۔ اور تیسری

صورت، جب کہ بچہ دانی سڑ گئی یا اُس میں کینسر ہو گیا جس کی وجہ سے اُسے کاٹ کر نکال دینا ضروری ہو ورنہ عورت کی جان کو خطرہ ہو گا، اِن تین صورتوں میں نل بندی صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے۔

اِن صورتوں کے علاوہ بچہ بندی کا آپریشن کرانا ہرگز جائز نہیں۔ کیوں یہ خصی ہونا ہے اور خصی ہونا یعنی ہمیشہ کے لیے نل بندی یا نس بندی کرانا حرام ہے۔

''مرقاۃ المفاتیح''میں ملا علی قاری لکھتے ہیں:

''فَإِنَّ الْاِخْتِصَاءَ فِی الْآدَمِیِّ حَرَامٌ صَغِیْرًا أَوْ کَبِیْرًا.''

''اِنسان کا خصی (یعنی نس بندی) کرانا حرام ہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔''

(مرقاۃ المفاتیح: ۲۰۴۲/۵)

''فتاوی ہندیہ''میں ہے:

''خِصَاءُ بَنِی آدَمَ حَرَامٌ بِالْاِتِّفَاقِ.''

''اِنسان کا خصی ہونا بالاتفاق حرام ہے۔'' (فتاوی ہندیہ: ۳۵۷/۵)

نیز یہ کہ ہمیشہ کے لیے بچہ دانی کو بند کرانے میں تغییر لخلق اللہ ہے جو کہ نا جائز ہے۔

''الموسوعۃ الفقھیہ''میں اِمام طبری سے ایک رِوایت نقل کی گئی ہے:

''لَا یَجُوْزُ لِلْمَرْأَۃِ تَغْیِیْرُ شَیْءٍ مِنْ خِلْقَتِھَا الَّتِی خَلَقَھَا اللّٰہُ عَلَیْھَا بِزِیَادَۃٍ أَوْ نَقْصٍ.''

''عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی پیدائش کا کوئی حصہ جس پر اللہ تعالیٰ نے اُسے پیدا کیا ہے اُس میں اِضافہ کرے یا کچھ کمی کرے۔'' (الموسوعۃ الفقھیہ: ۲۷۴/۱۱)

اور اُسی میں ہے:

''وَلَا یَجُوْزُ التَّدَاوِی لِمَنْعِ الْحَبْلِ بِالْکُلِّیَّۃِ، أَوْ رَبْطِ عُرُوْقِ الْمَبَایِضِ إِذَا تَرَتَّبَ عَلَیْہِ امْتِنَاعُ الْحَمْلِ فِی الْمُسْتَقْبِلِ.''

''حمل کو مکمل طور پر روکنے کے لیے علاج و معالجہ کرانا جائز نہیں۔ یا بچہ دانی کی رگوں کو باندھ

دینا جس کے نتیجے میں آئندہ کے لیے حمل رُک جائے۔'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ:۴/۲۶۴۴)

نل بندی سے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے عورت بانجھ ہو جاتی ہے اور عورت کا اپنے آپ کو بانجھ کرانا جائز نہیں ہے، کیوں کہ اِنسان اپنے جسم کا مالک نہیں ہے۔ اِنسان خود کو بیچ سکتا ہے نہ خود کشی کر کے خود کو ختم کر سکتا ہے نہ اپنا کوئی عضو کاٹ کر کسی کو دے سکتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ بغیر کسی شدید مجبوری کے ہمیشہ کے لیے بچہ دانی نکلوانا جائز نہیں۔

اور رہا بچوں کی تربیت اور اُن کی صحیح پرورش کا مسئلہ تو اُس کے لیے دو بچوں کے درمیان مناسب وقفہ رکھا جائے اور مناسب وقفہ کے لیے منعِ حمل کی کوئی مناسب ومفید عارضی تدبیر اِختیار کی جائے مثلاً: دورانِ صحبت کنڈوم وغیرہ کا اِستعمال کرنا۔

(Family Planing) خاندانی منصوبہ بندی کا شرعی حکم:

شریعتِ مطہرہ میں نکاح کے من جملہ اغراض ومقاصد میں سے ایک اہم مقصد توالد وتناسل ہے، اور اولاد کی کثرت مطلوب ومحمود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیثِ مبارکہ میں زِیادہ بچہ جننے والی عورت سے نکاح کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

''سننِ صغیر'' کی رِوایت ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نکاح کرنے کا حکم فرماتے اور کنوارا رہنے سے سختی سے منع فرماتے اور فرمایا کرتے تھے:

''تَزَوَّجُوْا الْوَدُوْدَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.''

''زِیادہ محبت کرنے والی اور زِیادہ بچے جننے والی عورت سے نکاح کرو کیوں کہ میں کل قیامت میں تم لوگوں کی تعداد کی زِیادتی کی وجہ سے دوسری اُمتوں پر فخر کروں گا۔''

(سنن صغیر: حدیث 2351)

علاّمہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ نے ''شرحِ مسلم'' میں خاندانی منصوبہ بندی کی جائز وناجائز صورتیں تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں۔

وہ لکھتے ہیں: فیملی پلاننگ یعنی خاندانی منصوبہ بندی کو کسی عام قانون کے ذریعہ ہر شخص پر لازم کر دینا شرعاً جائز نہیں ہے اور اِنفرادی طور پر بھی دوصورتوں میں خاندانی منصوبہ بندی قطعاً جائز نہیں ہے۔

﴿۱﴾ کوئی شخص خشیتِ اِملاق (تنگیِ رِزق) کے خوف کی وجہ سے فیملی پلاننگ کرے۔

یہ اِس لیے ناجائز ہے کہ اِس کی حرمت قرآن مجید میں صراحتاً موجود ہے۔

''سورۂ اِسرا'' میں ایسا کرنے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔

''لاَ تَقْتُلُوْا أَوْلادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ.''

ترجمہ:

''اپنی اولاد کوفقر وفاقہ کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی اُن کو رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔''

(اسراء: آیت ۳۱)

﴿۲﴾ کوئی شخص لڑکیوں کی پیدائش سے اِحتراز کے لیے ضبطِ تولید (فیملی پلاننگ) کرے، بایں وجہ کہ لڑکیوں کے نکاح میں مشقت وعار کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور یہ نیت زمانۂ جاہلیت کے مشرکینِ عرب کی ہے، قرآن وحدیث میں اِس کی خوب مذمت کی گئی ہے۔

جن صورتوں اور مخصوص حالات میں اِنفرادی طور پر ضبطِ تولید جائز ہے وہ یہ ہیں:

﴿۱﴾ باندیوں سے ضبطِ تولید کرنا تاکہ اولاد مزید باندی اور غلام ہونے سے محفوظ رہے، ہرچند کہ اب باندیوں اور غلاموں کا رِواج نہیں ہے لیکن اِسلام کے احکام دائمی وکلی ہیں اگر کسی زمانہ میں یہ رِواج ہوجائے تو باندیوں کے ساتھ ضبطِ تولید کا عمل جائز ہوگا۔

﴿۲﴾ اگر سلسلۂ وِلادت کو قائم رکھنے سے عورت کے شدید بیمار ہونے کا خدشہ ہو تو یہ جائز ہے۔

﴿۳﴾ اگر مسلسل پیدائش سے بچوں کی تربیت اور نگہداشت میں حرج کا خدشہ ہو تو

وقفے سے پیدائش کے لیے (فیملی پلاننگ) جائز ہے، کیوں کہ جب گھر میں صرف ایک عورت ہو اور نو دس ماہ بعد دوسرا بچہ ہو جائے تو اُس کے لیے دونوں بچوں کو سنبھالنا مشکل ہوتا ہے۔

﴿۴﴾ زِیادہ بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی خاطر اِنسان کو آمدنی کے لیے زِیادہ محنت و مشقت کرنی پڑتی ہے، دوہری تہری نوکریاں اور اوور ٹائم (TIMEOVER) کرنا پڑتا ہے اور بسا اوقات ناجائز وسیلوں کو بھی اِختیار کرنا پڑتا ہے۔

اپنے آپ کو اِس محنت و مشقت سے بچانے اور بارِ معیشت کم کرنے کے لیے یہ عمل جائز ہے۔ کیوں کہ جس قدر آمدنی کے لیے مشقت کم ہوگی وہ اُتنا ہی عبادت کے لیے فارغ ہوگا۔ اِمام غزالی رحمہ اللہ نے بھی یہ وجہ اِختیار کی ہے۔

﴿۵﴾ بعض عورتوں کو آپریشن سے بچہ ہوتا ہے۔ بیوی کو آپریشن کی تکلیف اور جان کے خطرہ سے بچانے کے لیے یہ عمل جائز ہے۔

﴿۶﴾ جب پیٹ میں مزید آپریشن کی گنجائش نہ رہے تو ایسا طریقہ اِختیار کرنا واجب ہے جس سے سلسلۂ تولید بالکلیہ بند ہو جائے۔

﴿۷﴾ اگر ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ مزید بچہ پیدا ہونے سے عورت کی جان خطرہ میں پڑ جائے گی تب بھی سلسلۂ تولید کو بند کرنا واجب ہے۔ (شرح مسلم: ۳/۸۸۷۔۸۸۸)

خلاصۂ کلام:

مذکورہ صورتوں میں خاندانی منصوبہ بندی کے جائز طریقوں کو اسباب و علل اور بطورِ علاج سمجھ اِختیار کرنا جائز و مباح ہے۔ بایں معنٰی کہ مؤثرِ حقیقی صرف اللہ رب العزت کی ذات ہے۔ یہ تدابیر صرف عارضی، اسباب و علاج ہیں۔ یعنی اللہ رب العزت کی مرضی کے بغیر یہ تدابیر بھی غیر مؤثر ہیں۔ یہی وجہ کہ کبھی کبھی دوائیں بھی فائدہ نہیں کرتیں۔

لیکن اِس کا مروّجہ نظریہ یعنی بچے کم ہوں گے تو رِزق کی فراوانی ہوگی۔ ملک کی بڑھتی

آبادی کو کم کرنے کے لیے یعنی کم آبادی ہوگی تو ملک ترقی کرے گا اِس خوف سے فیملی پلاننگ کرنا بلاشبہ حرام ہے۔

بچہ گرانے کا حکم: (Abortion)

اِستقرارِ حمل کے چار ماہ بعد شکم مادر میں موجود بچے میں روح پھونک دی جاتی ہے اور وہ حکماً ایک جاندار بچہ ہے اور اِس حال میں حمل ضائع کرنا شکم کے بچے کو قتل کرنا ہے اور یہ قتل اِنسان کے حکم میں ہے جو گناہِ کبیرہ ہے۔

اِستقرارِ حمل کے ۴ ماہ بعد بچہ میں روح پھونک دی جاتی ہے اِس پر یہ حدیث دال ہے۔

''صحیح بخاری'' کی رِوایت میں ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ إِلَيْهِ مَلَكًا بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ، فَيُكْتَبُ عَمَلُهُ، وَأَجَلُهُ، وَرِزْقُهُ، وَشَقِيٌّ أَوْسَعِيدٌ.''

ترجمہ:

''یقیناً تم میں سے ہر ایک اپنی ماں کے شکم میں چالیس دن گزارتا ہے (نطفہ) پھر اُسی قدر خون کا لوتھڑا، پھر اُسی قدر گوشت کا لوتھڑا، پھر اللہ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور چار چیزوں کا حکم ہوتا ہے۔تو اُس کا عمل، موت کا وقت، رزق، عمر، نیک بخت یا بد بخت لکھ دیا جاتا ہے۔''

(صحیح بخاری: حدیث 3332)

البتہ حمل سے اگر عورت کی جان کو خطرہ لاحق ہو یا کسی سخت تکلیف کا قوی اندیشہ ہو یا پہلے سے کوئی دودھ پیتا بچہ ہو تو اِن وجوہات کی بنیاد پر فقہائے کرام فرماتے ہیں اگر حاملہ عورت چاہے تو ایک سو بیس 120 دن سے پہلے حمل گرا سکتی ہے۔

''فتاوی شامی'' میں لکھا ہے:

''هَلْ يُبَاحُ الْإِسْقَاطُ بَعْدَ الْحَمْلِ؟ نَعَمْ يُبَاحُ مَا لَمْ يَتَخَلَّقْ مِنْهُ شَيءٌ وَلَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ إِلَّا بَعْدَمِائَةٍ وَّعِشْرِيْنَ يَوْمًا، وَهٰذَا يَقْتَضِي أَنَّهُمْ أَرَادُوْا بِالتَّخْلِيْقِ نَفْخَ الرُّوْحِ.''

''کیا حمل ٹھہرنے کے بعد ساقط کرنا جائز ہے؟ ہاں! جب تک اُس کی تخلیق نہ ہو جائز ہے۔ پھر متعدد مقامات پر تصریح ہے کہ تخلیق کا عمل 120 دن یعنی چار ماہ کے بعد ہوتا ہے۔ فقہائے کرام نے تخلیق سے مراد روح پھونکنا لیا ہے۔'' (ردالمحتار: ۱۷۶/۳)

خلاصۂ کلام یہ کہ رحمِ مادر میں حمل اگر 120 دن یعنی چار ماہ کا نہ ہوا ہو تو اُسے گرانا جائز ہے۔ جب حمل چار ماہ کا ہو جائے تو اب اُسے ساقط کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ اور اگر سخت ضرورت نہ ہو تو چار مہینے سے پہلے بھی اِسقاطِ حمل جائز نہیں ہے۔

ٹیسٹ ٹیوب بے بی (I.V.F) کیا ہوتا ہے؟

بعض اوقات عورت کے رحم کی ٹیوبز بند یا تنگ ہونے کی وجہ سے یا پھر کسی بیماری کی وجہ سے اِستقرارِ حمل نہیں ہو پاتا ایسی صورت میں ڈاکٹر مرد کے جرثومے (sperms) اور عورت کے بیضے (eggs) لے کر اُن کا ملاپ عورت کے رحم کی بجائے ایک ٹیوب میں کرواتے ہیں جس کو ''ٹیسٹ ٹیوب بے بی'' کہتے ہیں۔ جب یہ عمل جو عورت کے رحم میں ممکن نہیں تھا مکمل ہو جاتا ہے تو پھر اُس کو اگلے مراحل کی تکمیل کے لیے رحمِ مادر میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔

ٹیسٹ ٹیوب بے بی (I.V.F) کا شرعی حکم:

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے اولاد کی پیدائش غیر فطری طریقہ ہے، جس میں کبھی اجنبی مرد کا مادہ منویہ (sperms) یا اجنبی عورت کا رحم اِستعمال کیا جاتا ہے۔ اور مادۂ منویہ کو انجیکشن کے ذریعے رحم میں پہنچایا جاتا ہے۔ اور پہنچانے کا عمل عموماً اجنبی مرد یا عورت سرانجام دیتے ہیں یہ شرعاً جائز نہیں ہے۔

''بدائع الصنائع''میں ہے:

''وَلَا يَجُوْزُلَهَا أَنْ تَنْظُرَمَا بَيْنَ سُرَّتِهَا إِلَى الرُّكْبَةِ إِلَّا عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ.''

''عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ دوسری عورت کے گھٹنے اور ناف کے درمیان کے حصے کو دیکھے مگر ضرورت کے وقت۔'' (بدائع الصنائع:۱۲۴/۵)

نیز یہ کہ دوسرے کے رحم میں مادۂ منویہ منتقل کرنا حقیقتاً تو زِنا نہیں لیکن معناً زِنا ضرور ہے، اِس لیے اِس سے اِجتناب اشد ضروری ہے۔

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی حرمت پر دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

''سننِ ابی داؤد'' کی حدیث ہے: اللہ کے رسول ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''لَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْقِيَ مَاءَهٗ زَرْعَ غَيْرِهٖ.''

''جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو اُس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی اور کی فصل کو اپنے پانی سے سیراب کرے۔'' (سنن ابی داؤد: حدیث 2158)

ملا علی قاری ''مرقاۃ المفاتیح'' میں اِس حدیثِ پاک کی وضاحت فرماتے ہیں:

''حدیثِ پاک کا مطلب یہ ہے کہ مرد اپنی منی سے دوسرے کی بیوی یا اجنبی عورت سے جماع کر کے اُسے حاملہ نہ کرے۔'' (مرقاۃ المفاتیح:۲۱۸۹/۵)

اِس حدیثِ مبارکہ کے مطابق اپنی منکوحہ کے علاوہ کسی دوسری اجنبی خاتون کی کھیتی کو سیراب کرنے سے مراد جنسی ملاپ یا دیگر طبی طریقوں سے اُس کے رحم میں اپنا مادّہ مَنویّہ پہنچانا ہے اور یہ عمل حرام ہے۔

لہٰذا جب بیوی کے رحم میں شوہر کے علاوہ کسی اور شخص کے جرثومے رکھے جائیں گے تو وہ از روئے حدیث حرام ہوگا اور جب بیوی کے علاوہ کسی اور عورت کے رحم میں شوہر اور بیوی کا مادّہ مَنویّہ رکھا جائے گا تب بھی وہ عورت غیر کی کھیتی ہے، اِس لیے اُس کے رحم میں شوہر کے علاوہ کسی اور کا مادّہ مَنویّہ رکھنا ناجائز ہوگا۔

لیکن چوں کہ اِس عمل پر زِنا کی تعریف صادق نہیں آتی ، اِس لیے اِس پر نہ زِنا کا اِطلاق ہوگا اور نہ زِنا کی حدِّ شرعی جاری ہوگی، البتہ یہ عمل سخت گناہ کا باعث اور معناً زِنا ہوگا، کیوں کہ اِس سے عورت کا حمل قرار پا سکتا ہے۔

''مصنف ابنِ ابی شیبہ'' میں اِمام محمد ابنِ سیرین رحمہ اللہ سے رِوایت ہے:

''اَلْفَرْجُ لَایُعَارُ.''

''رحم کو عارِیت پر نہیں دیا جائے گا۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث 17301)

''صحیح بخاری'' میں ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''الوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاھِرِ الْحَجَرُ.''

''بچہ عورت کا ہوگا اور زانی کے لیے پتھر ہے۔'' (صحیح بخاری: حدیث 2053)

مذکورہ دلائل سے معلوم ہوا کہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ اولاد کا حصول جائز نہیں ہے۔

آج کل بہت سارے مسلم میاں بیوی بھی اِس غیر فطری طریقے سے اولاد کا حصول کر رہے ہیں اور کچھ مسلم اُمرا حضرات بھی اپنی بیوی کو صرف حمل کی مشقت سے بچانے کے لیے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا اِستعمال کرتے ہیں جو کہ سخت ناجائز و حرام ہے۔

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی جائز صورت:

البتہ اگر کسی بیماری یا عارضہ کی وجہ سے مثلاً شوہر عملِ تزویج پر قادر نہ ہو، یا عورت میں کوئی خرابی ہو اور وہ اپنے شوہر کے ساتھ جنسی ملاپ کے ذریعے حاملہ ہونے کی صلاحیت نہ رکھتی ہو تو مصنوعی عملِ تولید یا ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے حقیقی شوہر کا جرثومہ اُس کی اپنی بیوی کے رحم میں منتقل کرنا شرعاً ناپسندیدہ ہونے کے باوجود جائز ہے۔

ہمارے فقہائے کرام پر اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، اُنھوں نے آج سے تقریباً ایک ہزار برس پہلے ایسے اُصول و قواعد بیان کر دیے کہ جن سے کئی سو برس بعد پیش

آنے والے مسائل حل ہوگئے، حتّٰی کہ صحبت کے بغیر عورت کے حاملہ ہونے کی صورتوں کو بھی بیان فرمادیا۔

محمد بن سَماعہ بیان کرتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

”إِذَاعَالَجَ الرَّجُلُ جَارِيَتَهٗ فِيْمَادُوْنَ الْفَرْجِ،فَاَنْزَلَ فَاَخَذَتِ الْجَارِيَةُ مَاءَ هٗ فِی شَیْءٍ فَاسْتَدْخَلَتْهُ فِیْ فَرْجِهَا فِی حِدْثَانِ ذٰلِکَ فَعَلِقَتِ الْجَارِيَةُ وَوَلَدَتْ فَالْوَلَدُ وَلَدُهٗ وَالْجَارِيَةُ اُمُّ وَلَدٍ لَهٗ.“

ترجمہ:

”کسی شخص نے اپنی باندی کے ساتھ شرم گاہ کے علاوہ کسی اور حصے میں صحبت کی (یعنی بوس وکنار کیا) اور اُسے اِنزال ہوگیا، پھر باندی نے اُس کے مادّہ مَنوِیّہ کو کسی چیز میں لے کر اپنی شرم گاہ میں داخل کرلیا جس سے وہ حاملہ ہوگئی اور اُس نے بچہ جنا، تو بچہ اُس کے مالک کا ہوگا اور وہ اُمِّ وَلَد قرار پائے گی۔“

(المحیط البرہانی: ۹/۴۰۴، البحر الرائق: ۴/۲۹۲، ردالمحتار: ۳/۵۲۸)

علامہ ابنِ ہمام حنفی لکھتے ہیں:

”وَمَا قِيْلَ: لَا يَلْزَمُ مِنْ ثُبُوْتِ النَّسَبِ مِنْهُ وَطْؤُهٗ لِاَنَّ الْحَبَلَ قَدْ يَكُوْنُ بِإِدْخَالِ الْمَاءِ الْفَرْجَ دُوْنَ جِمَاعٍ فَنَادِرٌ.“

ترجمہ:

”اور یہ جو کہا گیا ہے کہ کسی شخص سے ثبوتِ نسب سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُس نے جماع بھی کیا ہو، کیوں کہ بغیر جماع کے بھی عورت کے فرج میں نطفہ پہنچانے سے عورت حاملہ ہوجاتی ہے، لیکن ایسی صورت نادر الوقوع ہے۔“ (فتح القدیر: ۴/۳۵۰)

علّامہ غلام رسول سعیدی، امام شمس الدین سرخسی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”جس شخص کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو اور وہ جماع نہیں کرسکتا، ایسے شوہر کا نطفہ اگر جماع

کے بغیر کسی اور سے عورت کے رحم میں پہنچا دیا جائے اور بچہ پیدا ہو جائے، تو اُس بچے کا نسب اُس عورت کے شوہر سے ثابت ہوگا۔" (شرح صحیح مسلم: ۹۳۸/۳)

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا طریقۂ کار:

کسی ماہر ڈاکٹر سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا طریقۂ کار معلوم کر کے شوہر اپنا مادۂ منویہ خود یا بیوی اپنے شوہر کا مادّ ۂ منویہ اپنے رحم میں داخل کرے تو اِس کی گنجائش ہوگی۔

اور مرد سے مادۂ تولید کا حصول اگر بذریعہ انجیکشن ممکن ہو تو مرد ڈاکٹر بذریعہ انجیکشن اُسے حاصل کرے، اور اگر انجیکشن سے حصول ممکن نہ ہو، تو مشت زنی کے بجائے اپنی بیوی سے عزل کے ذریعہ حاصل کیا جائے۔

علاّمہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ نے اِس مسئلے پر "شرح مسلم" جلد تین میں تفصیلی گفتگو فرمائی ہے۔ مزید معلومات کے لیے اُس کتاب کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

مفتی محمد فیض اویسی پاکستان نے بھی ٹیسٹ ٹیوب بے بی پر ۳۲ صفحہ پر مشتمل ایک رسالہ بنام "ٹیسٹ ٹیوب بے بی اور مسلمان" تحریر کیا ہے جس میں اُنھوں نے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ایک صورت کو جائز لکھا ہے۔

محققِ مسائل جدیدہ حضرت مفتی نظام الدین رضوی صاحب قبلہ صدر مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک کا بھی اِس مسئلے میں یہی موقف ہے۔ یعنی مرد کا مادۂ منویہ عورت خود اپنے رحم میں داخل کرے تو جائز ہے۔

﴿نکاح کی لغو اور بے ہودہ رُسومات﴾

نکاح کی وہ رُسومات جو شریعت کے خلاف ومتصادم نہ ہوں اُن رُسومات کو ادا کرنے میں کوئی قباحت نہیں لیکن وہ رُسومات جو شریعت کے خلاف ہوں وہ نا جائز وممنوع ہیں۔ کچھ غلط اور جاہلانہ رُسومات کا ہم ذکر کریں گے جن کا سدِّ باب کیا جانا از حد ضروری ہے۔

شادی کے موقع پر بے جا مال خرچ کرنا:

ہم خوشی کے موقع پر اپنے مال کو اکثر غلط راہ میں خرچ کر بیٹھتے ہیں، حالاں کہ یہ موقع بہت اِحتیاط سے قدم اٹھانے کا ہوتا ہے۔ اِس لیے کہ آخرت میں مال کے متعلق پوچھا جائے گا: مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ جائز مصرف میں یا نا جائز مصرف میں؟ نیز یہ کہ مال ودولت اِنسان کے لیے ایک بڑی آزمائش بھی ہے۔

''سورۂ انفال'' میں اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے:

''وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيْمٌ.''

ترجمہ : ''جان لو! یقیناً تمھارے مال اور تمھاری اولاد ایک آزمائش ہے اور بے شک اللہ ہی کے نزدیک بڑا ثواب ہے۔''

آج کل سب سے اچھی شادی وہی سمجھتی جاتی ہے جس میں زِیادہ مال خرچ کیا جائے، زِیادہ جہیز دیا جائے اور اِنتظام واِنصرام خوب اچھا کیا جائے، لیکن شریعت کے مطابق سب سے اچھی اور برکت والی شادی وہ ہے جس میں کم خرچ کیا جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رِوایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مُؤْنَةً.'' (مسند احمد: حدیث 24529)

''سب سے زِیادہ برکت والا نکاح وہ ہے جس میں کم خرچ ہو۔''

دولہا کے ہاتھ وغیرہ پر مہندی لگانا:

مرد حضرات کو صرف بال اور ڈاڑھی میں مہندی لگانا جائز ہے باقی حصوں پر خواہ شادی کا موقع ہو یا غیر شادی کا موقع مہندی لگانا جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ مہندی لگانے کے کئی مقاصد ہیں: مثلاً مہندی مرد و عورت میں فرق کرنے کے لگائی جاتی ہے تاکہ عورت مرد سے ممتاز ہو جائے۔

''سننِ ابی داوٗد'' کی رِوایت ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''أَوْمَتْ اِمْرَأَةٌ مِنْ وَرَاءِ سِتْرٍ بِيَدِهَا كِتَابٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَبَضَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ، فَقَالَ: مَا أَدْرِيْ أَيَدُ رَجُلٍ، أَمْ يَدُ امْرَأَةٍ؟ قَالَتْ: بَلِ امْرَأَةٌ، قَالَ: لَوْ كُنْتِ امْرَأَةً لَغَيَّرْتِ أَظْفَارَكِ يَعْنِي بِالْحِنَّاءِ.''

ترجمہ:

ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے اللہ کے رسول ﷺ کو ایک کتاب پیش کی، جب حضور ﷺ نے اُس کا ہاتھ پکڑا تو فرمایا: ''مجھے نہیں معلوم یہ ہاتھ مرد کا ہے یا عورت کا؟ اُس نے کہا: عورت کا ہاتھ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں پر ضرور مہندی لگاتی۔'' (سنن ابی داوٗد: حدیث 4166)

''سننِ ابی داوٗد'' ہی کی رِوایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''أَلَا وَطِيْبُ الرِّجَالِ رِيْحٌ لَا لَوْنَ لَهُ، أَلَا وَ طِيْبُ النِّسَاءِ لَوْنٌ لَا رِيْحَ لَهُ.''

ترجمہ:

''مردوں کی زینت ایسی خوشبو ہے جس کا کوئی رنگ نہ ہو اور عورتوں کی زینت ایسا رنگ ہے جس کی کوئی خوشبو نہ ہو۔'' (سنن ابوداوٗد: حدیث 4048)

ہلدی (اُبٹن) لگانا:

شادی کی ایک رسم ہلدی (اُبٹن لگانا) ہے۔ شادی کے موقع پر لڑکی یا لڑکے کی جلد کی صفائی کے لیے ہلدی لگانے میں حرج نہیں۔ علمائے کرام نے دولہا و دُلہن کو اُبٹن لگانے کی اِجازت دی ہے جب کہ اِس میں کوئی ناجائز فعل نہ کیا جائے۔

اور اگر اِس رسم میں کوئی خلافِ شرع کام مثلاً: مردوں اور عورتوں کا اِختلاط، بے پردگی، اجنبی عورتوں کا دولہے کو ہلدی لگانا وغیرہ جیسے معاملات ہوں تو ایسی رسم ناجائز و حرام ہوگی کہ مذکورہ سب کام ناجائز و حرام ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ دولہے کو اُبٹن لگانا اور اِس موقع پر گُڑ تقسیم کرنا کیسا ہے؟ تو جواب میں اِرشاد فرمایا: اُبٹن ملنا جائز ہے اور کسی خوشی پر گُڑ کی تقسیم اِسراف نہیں اور دولھا کی عمر نو دس سال کی ہو تو اجنبی عورتوں کا اُس کے بدن میں اُبٹن ملنا بھی گناہ و ممنوع نہیں۔ ہاں بالغ کے بدن میں نامحرم عورتوں کا ہلدی وغیرہ ملنا ناجائز ہے اور بدن (اعضائے مستورہ) کو ہاتھ تو ماں بھی نہیں لگاسکتی یہ حرام اور سخت حرام ہے۔
(فتاوی رضویہ: ۲۲/۲۴۵ مترجم)

دولہا کو سونے کی انگوٹھی پہنانا:

شادی کے موقع پر دولہا کو سونے کی انگوٹھی پہنائی جاتی ہے۔ اگر اُس سے کہا جائے کہ سونا پہننا مرد کے لیے حرام ہے تو کہتا ہے ارے خوشی کے موقع پر تھوڑا بہت چلتا ہے۔

حالاں کہ شریعت میں مرد کے لیے سونا پہننا حرام ہے، مرد کو صرف چاندی کی ایک نگ اور ساڑھے چار ماشہ سے کم کی انگوٹھی پہننا جائز ہے۔ مرد کے لیے سونے کی حرمت بطورِ آزمائش ہے، ایسا نہیں کہ سونا ناپاک ہے بلکہ یہ خواتین کی زینت کے لیے ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے مردوں کو سونا پہننے سے منع فرمایا ہے۔

"سنن ابی داؤد" کی حدیث ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"أَخَذَ حَرِيْرًا،فَجَعَلَهُ فِي يَمِيْنِهِ،وَأَخَذَ ذَهَبًا فَجَعَلَهُ فِي شِمَالِهِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هَذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ أُمَّتِيْ."

ترجمہ:

"نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا لے کر فرمایا:"یہ دونوں میری اُمت کے مردوں پر حرام ہیں۔" (سنن ابی داؤد: حدیث 4057)

جو مرد دنیا میں سونا پہنے گا اُسے آخرت میں جنتی زیور اور ریشم پہننا نصیب نہ ہوگا۔

جیسا کہ "سننِ نسائی" کی حدیث ہے، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَمْنَعُ أَهْلَ الْحِلْيَةِ وَالْحَرِيرِ، وَيَقُوْلُ:"اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ حِلْيَةَ الْجَنَّةِ وَحَرِيرَهَا،فَلَا تَلْبَسُوْهَا فِي الدُّنْيَا."

ترجمہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیور اور ریشم والوں کو منع فرماتے تھے:"اگر تم جنتی زیور پسند کرتے ہو تو اِس کو دنیا میں مت پہنو۔" (سنن نسائی: حدیث 9374)

دولہا کو سلامی دینا کیسا ہے؟

نکاح خوانی کے بعد دولہا اپنی سسرال جاتا ہے اور اُس کے ساتھ کچھ دوست واحباب بھی ہوتے ہیں۔ پھر سسرال کی عورتیں اور لڑکیاں دولہے کو تحائف پیش کرتی ہیں۔

اِسلامی شریعت میں تحائف دینا یقیناً جائز ہے اور دینا چاہئے۔ اِس سے آپس میں الفت ومحبت بڑھتی ہے۔ لیکن ہمارے یہاں سلامی کے وقت تحائف دینے کا جو طریقہ رائج ہے وہ بالکل غلط اور خلافِ شرع وممنوع ہے۔ اور اِس کی کئی وجہیں ہیں:

۞ اِس موقع پر خواتین بے پردہ رہتی ہیں کسی کا سر کسی کی پیٹھ تو کسی کا سینہ کھلا رہتا ہے۔

۞ سلامی کے وقت اجنبی مرد وزن کا اِختلاط ہوتا ہے۔
۞ خواتین ومرد حضرات میں خوب دھکا مکی ہوتی ہے۔
۞ کچھ آوارہ قسم کے منچلے لڑکے، لڑکیوں کے جسم سے زبردستی ٹچ ہوتے ہیں۔
۞ اِس موقع پر مرد وزن میں خوب ہنسی مذاق اور ٹھٹھا ہوتا ہے۔
۞ اجنبی خواتین دولہا کو اپنے ہاتھ سے انگوٹھی وغیرہ پہناتی ہیں۔
۞ چاندی کی کئی انگوٹھیاں ایک ساتھ دولہا کو پہنا دی جاتی ہیں۔ جب کہ مرد کو بیک وقت ایک سے زِیادہ چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں ہے۔

مذکورہ طریقے سے دولہا کو سلامی دینا، اُسے تحفے تحائف پیش کرنا بالکل ناجائز وحرام اور بہت بڑا گناہ ہے۔ مسلمانوں کو اِس سے باز آنا چاہیئے۔

اگر سلامی دینا ہی ہو تو اُس کا طریقہ یہ ہونا چاہیئے کہ دولہا کو کسی جگہ بٹھا دیا جائے، پہلے مرد حضرات دولہا کو تحفے اور گفٹ وغیرہ پیش کریں۔ اُس کے بعد خواتین پردے کے ساتھ باری باری آئیں اور دولہا کو جو بھی تحفہ دینا چاہیں دیں۔ دھکا مکی، شور وغل بالکل نہ کریں۔ نہایت سادگی اور ادب واحترام کے ساتھ اِس رسم کو ادا کریں۔

سلامی کے وقت خواتین سے چاندی کی انگوٹھی پہننا:

سلامی کے وقت غیر محرم خواتین بھی دولہا کو سونے چاندی کی انگوٹھیاں پہناتی ہیں۔ چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے لیکن غیر محرم خواتین کے ہاتھ سے پہننا جس میں ایک دوسرے کے ہاتھ مس ہوتے ہیں شریعت کے خلاف ہے۔

افسوس! پل بھر کی خوشی کے لیے ہم جرمِ عظیم کر بیٹھتے ہیں۔ اور اللہ ورسول کے احکام کو فراموش کردیتے ہیں۔ اور اُنھیں دل کھول کر خوب ناراض کرتے ہیں۔

شادی کی (Moovi) ویڈیو بنوانا:

مووی ،فلم بنوانا آج کل شادی کا ایک لازمی حصہ بن چکا ہے۔مووی میں بے پردہ اور فیشن پرست عورتوں کے ایک ایک سین کو محفوظ کر کے اُن کے حسن و جمال، بناؤ سنگھار اور لباس کی تراش وخراش بلکہ عریانیت و نیم عریانیت کو عام کر کے دونوں خاندانوں میں اُن کی نمائش کا اِہتمام اور چرچا کیا جاتا ہے۔

حالاں کہ عورتوں کی یہ تمام خوبیاں اور آرائش وزیبائش کی ساری صورتیں صرف خاوند کے لیے جائز اور اُسی کے لیے مخصوص ہیں۔لیکن بے چارہ شوہر اپنی بیوی کو اپنے گھر میں بالعموم اِس کے برعکس حالت میں دیکھتا ہے کیوں کہ عورتیں اپنے خاوند کے لیے اِس طرح کی آرائش وزیبائش کا اِہتمام نہیں کرتیں۔جب کہ اُن کو شوہر کے سامنے بناؤ سنگھار کرنے کی نہ صرف اِجازت ہے بلکہ حکم دیا گیا ہے،لیکن جب اُن کو باہر جانے کی ضرورت پیش آتی ہے تو اِس طرح بن سنور کر جاتی ہیں کہ اللہ کی پناہ!

حد تو تب ہو جاتی ہے کہ مووی بنانے والا جو اکثر غیر مسلم یا مسلم لیکن غیر محرم تو ہوتا ہی ہے،مووی بنانے کے لیے دُلہن کے کمرے میں اُسے بلایا جاتا ہے اور بے چاری دُلہن کے ایک ایک عضو کو فلمایا جاتا ہے، جسے اب تک اُس کے شوہر نے تو نہیں دیکھا لیکن ایک غیر مسلم یا پھر غیر محرم مسلم خوب مزے سے جی بھر کے دیکھ لیتا ہے۔

شادی میں کھڑے ہو کر کھانا کیسا؟

شادی کے موقع پر کھڑے ہو کر کھانے پینے کا فیشن چل پڑا ہے جسے Standard کھانے کا نام دیا جاتا ہے۔حد تو یہ ہے کہ لڑکے والے لڑکی والوں سے بارات میں کھڑے ہو کر کھانے کی مانگ کرتے ہیں، کھڑے ہو کر کھانے کا پابند بنایا جاتا ہے، یہاں تک دیکھا گیا کہ اگر کھڑے ہو کر کھانے کا اِنتظام نہیں کیا تو بارات ہی لوٹ گئی۔

جب کہ کھڑے ہوکر کھانا سنّتِ رسول کے خلاف ہے اور یہ ذلت ورسوائی کا کھانا ہے جس کو شریعت میں ناپسند کیا گیا ہے۔

''مسند البزّ ار'' کی رِوایت ہے:

"نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا،وَعَنِ الْأَكْلِ قَائِمَا."

''اللہ کے رسول ﷺ نے کھڑے ہوکر کھانے پینے سے منع فرمایا۔''

(مسند البز ار: حدیث7228)

کھڑے ہوکر کھانے کی خرابیاں:

❁ کھانے کا سنت طریقہ یہ ہے دسترخوان بچھا کر کھانا کھایا جائے، اور کھڑے ہوکر کھانے میں دسترخوان کہاں؟

❁ کھڑے ہوکر کھانے میں عام طور سے جوتے چپل پہن کر کھانا پڑتا ہے، جب کہ کھانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ جوتے چپل اُتار کر اِطمینان کے ساتھ کھایا جائے۔

''المستدرک علی الصحیحین''میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

"إِذَا أَكَلْتُمْ فَاخْلَعُوْا نِعَالَكُمْ فَإِنَّهُ أَرْوَحُ لِأَبْدَانِكُمْ وَهُوَ مِنَ السُّنَّةِ."

ترجمہ: ''جب تم کھانا کھاؤ تو اپنی چپلیں اُتارلو اِس لیے کہ اِس میں تمھارے جسموں کو زِیادہ آرام ہے اور یہی سنت طریقہ ہے۔'' (مستدرک: حدیث7129)

❁ اِس بے ہودہ سسٹم کا اثر یہ ہوتا ہے کہ شریف قسم کے لوگ کھانے میں پیچھے رہ جاتے ہیں اور قلیل الحیاء لوگ اپنا ہاتھ صاف کرتے رہتے ہیں۔

❁ بعض جگہ شادیوں میں تو مرد وزن کا اِختلاط بھی ہوتا ہے جو حرام ہے۔

مروّجہ بارات کا شرعی حکم:

مروّجہ بارات کی شرعاً کوئی اصل نہیں، اور نہ سنت سے اِس کا ثبوت ہے۔ آج کل بارات کے نام سے ایک بڑی تعداد دُلہن کے گھر جاتی ہے اور تعداد کا کم ہونا ذلت و رُسوائی سمجھی جاتی ہے۔ یہ طریقہ شرعاً قابلِ مذمت اور ناپسندیدہ ہے۔ نام و نمود اور اِسراف سے بچتے ہوئے چند احباب لڑکے کے ساتھ چلے جائیں اور نکاح میں شریک ہو جائیں اور پھر لڑکی کو رخصت کرا کے ساتھ میں سب لوگ آ جائیں تو اِس میں مضائقہ نہیں۔

لڑکے والے کو بارات کی مروّجہ شکل پر اِصرار نہیں کرنا چاہیے اور جو بارات مروّجہ رُسومات پر مشتمل ہو اُس میں شرکت نہیں کرنی چاہیے، لڑکی والے اگر مجبوری میں بارات والوں کے کھانے پینے کا اِنتظام کریں تو اُن کے لیے گناہ نہیں۔ اور بارات کا کھانا واجب یا سنت تو نہیں لیکن ناجائز بھی نہیں، اگر رُسومات و تکلفات سے خالی ہو تو محض مباح ہے۔

بینڈ باجہ، آتش بازی، ڈی جے اور ڈانس:

بینڈ باجہ لہو و لعب کا سامان ہے جو اِسلام میں ناجائز و حرام ہے۔ اِسی طرح آتش بازی اور فائرنگ بھی لہو و لعب کے سامان ہیں۔ اِس میں فضول خرچی کے سوا کچھ نہیں اور قرآنِ مقدس میں فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے:

”إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ.“

”یقیناً فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔“ (اسرا: آیت ۲۷)

سورۂ اعراف میں ہے:

”إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ.“

”یقیناً اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا ہے۔“ (اعراف: آیت ۳۱)

قرضی دعوت:

ہمارے یہاں ایک رسم یہ بھی ہے کہ اگر کسی نے ہمیں اپنی شادی میں دعوت دی تو وہ دعوت ہم پر قرض ہو جاتی ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں بھی اُس کو اپنے یہاں شادی میں دعوت دینا ضروری ہوتا ہے، اور اگر بھول چوک سے دعوت نہیں پہونچی تو کہا جاتا ہے: صرف کھانے کے ہیں کھلانے کے نہیں۔ اب اُن کے گھر کوئی دعوت نہیں جائے گی۔

اِس سلسلے میں ''صحیح مسلم'' کی ایک حدیثِ مبارکہ ملاحظہ فرمائیں!

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

''أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم رَأَى عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَثَرَ صُفْرَةٍ، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم! إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: ''فَبَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.''

ترجمہ:

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر پیلے رنگ کا اثر دیکھا تو فرمایا: یہ کیا ہے؟ اُنھوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ایک عورت سے ایک گٹھلی سونے کے بدلے شادی کر لی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمھیں برکت عطا فرمائے۔ ولیمہ کر واگرچہ ایک بکری سے ہو۔''

وضاحت:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شادی کی دعوت نہیں دی اور نہ اپنی شادی کے بارے میں بتایا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پر پیلا رنگ دیکھا تو آپ کو معلوم ہوا کہ اُنھوں نے شادی کر لی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ناگوار بھی نہیں لگی کہ تم نے شادی کر لی مجھے بلایا تک نہیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی کسی کا محبوب ہو سکتا ہے؟

لہٰذا ہمیں اِس حدیث سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ اگر ہمیں کوئی دعوت نہ دے سکے تو اُسے برا بھلا نہیں کہنا چاہئے، ہوسکتا ہے وہ بھول گیا ہو یا اُس کی اِستطاعت نہ ہو۔

نیوتا لینا دینا کیسا ہے؟

شادی کی ایک رسم ”نیوتا“ ہے یعنی کھانے کے بعد کچھ روپے وغیرہ دینا۔

شادی میں نیوتا لینا دینا جائز ہے۔ اور اِس کی دو صورتیں ہیں:

❁ پہلی صورت یہ کہ واپسی کی نیت سے نہ دیا جائے بلکہ بطورِ ہدیہ دیا جائے تو اِس صورت میں ثواب بھی ہے اور اِس سے محبت بھی بڑھتی ہے اور لوٹانا بھی ضروری نہیں۔

”المعجم الاوسط“ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رِوایت ہے، نبیِ کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

” تَهَادُوْا تَحَابُّوْا. “

”ایک دوسرے کو ہدیہ دو، اِس سے محبت بڑھتی ہے۔“ (المعجم الاوسط: حدیث 7240)

❁ دوسری صورت یہ کہ اِس نیت سے نیوتا دیا جائے کہ جب ہمارے یہاں کوئی تقریب ہوگی تو یہ زِیادہ واپس کرے گا تو اِس میں کوئی ثواب نہیں ہے اور یہ بطورِ قرض ہے، اِسے لوٹانا واجب ہے اگر نہ لوٹایا تو گنہگار ہوگا۔ ہندوستان میں اکثر جگہ اِسی پر عمل ہے۔

”سورۂ روم“ میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

”وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْ عِنْدَ اللَّهِ.“

ترجمہ: ”اور جو روپیہ تم دیتے ہو سود پر تا کہ وہ بڑھتا رہے لوگوں کے مالوں میں (سُن لو!) اللہ کے نزدیک یہ نہیں بڑھتا۔“ (روم: آیت ۳۹)

اِس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں علاّمہ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: لوگوں کا دستور تھا کہ وہ دوست واحباب اور آشناؤں کو یا اور کسی شخص کو اِس نیت سے ہدیہ دیتے تھے کہ وہ اُنھیں اِس سے زِیادہ دے گا، یہ جائز تو ہے لیکن اِس پر

ثواب نہ ملے گا اور نہ اِس میں برکت ہوگی، کیوں کہ یہ عمل خالص اللہ کے لیے نہیں ہوا۔

(تفسیر خزائن العرفان:۵۹۲،جسیم بکڈ پو دہلی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''نیوتا وصول کرنا شرعاً جائز ہے،لوٹانا ضروری ہے کہ وہ قرض ہے۔''

(فتاوی رضویہ: مترجم۲۳/۲۶۸)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''شادی وغیرہ تمام تقریبات میں طرح طرح کی چیزیں بھیجی جاتی ہیں اِس کے متعلق ہندوستان میں مختلف قسم کی رسمیں ہیں، ہر شہر میں ہر قوم میں جدا جدا رُسومات ہیں،اُن کے متعلق ہدیہ اور ہبہ کا حکم ہے یا قرض کا۔

عموماً رِواج سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ دینے والے یہ چیزیں بطورِ قرض دیتے ہیں اِسی وجہ سے شادیوں اور ہر تقریب میں جب روپئے دیے جاتے ہیں تو ہر ایک شخص کا نام اور رقم تحریر کر لیتے ہیں جب اُس دینے والے کے یہاں کوئی تقریب ہوتی ہے تو یہ شخص جس کے یہاں دیا جا چکا ہے فہرست نکالتا ہے اور اُتنے روپئے ضرور دیتا ہے جو اُس نے دیے تھے اور اِس کے خلاف کرنے میں سخت بدنامی ہوتی ہے اور موقع پا کر کہتے بھی ہیں کہ نیوتے کا روپیہ نہیں دیا، اگر یہ قرض نہ سمجھتے تو ایسا عرف نہ ہوتا جو عموماً ہندوستان میں ہے۔بہتر یہ ہے کہ نیوتا بطورِ تحفہ دیا جائے یا پھر لینے دینے کا رِواج ہی ختم کیا جائے۔

نکاح مشکل زِنا آسان ہو جائے گا:

آج کے دور میں شادی کے اِخراجات اِتنے زِیادہ بڑھ چکے ہیں،شادی کو اِتنا دشوار بنا دیا گیا ہے کہ اب شادی کے لیے اِنسان کو سوچنا پڑتا ہے جن بے چاروں کی شادی نہیں ہو پاتی ہے وہ اپنی جنسی خواہش پوری کرنے کے لیے زِنا جیسا جرمِ عظیم کر بیٹھتے ہیں۔

جب کہ یہ شادی بہت ہی آسان ہے جیسا کہ ''صحیح بخاری'' کی ایک رِوایت ہے۔
اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں ایک عورت آئی اور کہا کہ مجھ سے نکاح کر لیجیے یا کسی اور سے میرا نکاح کرا دیجیے۔ آپ ﷺ خاموش رہے۔ وہ عورت بیٹھ گئی۔ کچھ دیر کے بعد ایک صحابِی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اِس عورت کا نکاح مجھ سے کرا دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تمہارے پاس کچھ ہے؟
اُنھوں نے کہا: کچھ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ تو ہوگا۔ اُنھوں نے عرض کی: کچھ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھر جاؤ اور دیکھو۔ جو بھی ہو لے آؤ۔ وہ صحابِی گھر چلے گئے۔ کچھ دیر بعد واپس آئے اور کہا: میرے پاس کچھ نہیں ہے۔
آپ ﷺ نے فرمایا: تمھارے پاس لوہے کی انگوٹھی تو ہوگی؟ اُنھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ بھی نہیں ہے۔ مگر اِس وجہ سے نکاح نہیں روکا گیا۔
نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمھیں جو کچھ قرآن یاد ہے اِس عورت کو سکھا دینا اِسی کے عوض میں اِس کو تمھارے نکاح میں دیتا ہوں۔ (صحیح بخاری: حدیث 5121)

شادی کے بعد والدین سے الگ ہونا کیسا ہے؟

آج کل جیسے ہی لڑکی بیاہ کر سُسرال آتی ہے تو شوہر اپنی بیوی کو لے کر فوراً الگ رہائش اِختیار کر لیتا ہے یہاں تک کہ کھانا پینا سب الگ ہو جاتا ہے۔
بے چارے بوڑھے والدین اپنے بیٹے کی کس ارمانوں سے شادی کرتے ہیں کہ شادی کے بعد ہمیں اپنی بہو بیٹے سے سکھ چین ملے گا۔ لیکن اُن کی یہ حسرت دل ہی دل میں دم توڑ دیتی ہے۔
بیوی اپنے شوہر کی کمائی پر پورا حق جتاتی ہے۔ وہ چاہتی کہ شوہر کی پوری کمائی میں ہی رکھوں۔ اُس پر صرف میرا حق ہونا چاہئے۔ اور بعض شوہر بھی والدین کو خرچ پانی وغیرہ بالکل

نہیں دیتے ہیں گویا کہ والدین اُن کے لیے اجنبی ہو جاتے ہیں۔

جب کہ بیٹوں پر یہ واجب ہے کہ جس طرح والدین نے اپنے بچوں کی پرورش کی تو بڑھاپے، کمزوری اور تنگدستی کی حالت میں وہ بھی اپنے والدین کی پرورش کریں۔ اُن کی خدمت کریں۔ اُن کو خرچ پانی دیں۔ اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کریں۔

''سورۂ اِسرا'' میں اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے:

''وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا.''

ترجمہ: ''اور اُن (والدین) کے لیے عاجزی کا بازو نرم دلی سے بچھا اور عرض کر کہ اے میرے رب! تو اِن دونوں پر رحم فرما جیسا کہ اِن دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔''

(اسرا: آیت ۲۴)

اور معاشرے کے اندر ایک اہم بات جو قابلِ غور ہے وہ یہ کہ اکثر اوقات بیوی اپنے شوہر سے صرف اِس لیے بھی الگ گھر کا مطالبہ کرتی ہے تا کہ وہ اپنے دوست واحباب کو دعوت دے سکے، ہر وقت آزاد گھوم پھر سکے گویا وہ غلط مقاصد کے تحت الگ گھر کا مطالبہ کرتی ہے کیوں کہ وہ یہ غلط مقاصد اپنی ساس سسر کی موجودگی میں پورے نہیں کر سکتی۔

اگر بیوی خوشی خوشی اپنے ساس سسر کے ساتھ رہے تو یہ بہت اچھی بات ہے اور اُس کے لیے سعادت مندی کی چیز ہے اور آگے چل کر جب یہ ساس بنے گی تو اُس کی بہو بھی اُس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے گی۔

بیوی کی کا بار بار میکے جانا:

شادی کے بعد کچھ لڑکیاں بار بار اپنے میکے جاتی ہیں۔ کچھ تو ہر مہینے پندرہ دن پر میکے کے چکر لگاتی ہیں، حالاں کہ وہ بھول جاتی ہیں کہ شادی کے بعد اُن کا اصلی گھر سسرال ہی

ہے۔بار بار میکے جانے کے سبب لڑکی کا سسرال میں دل نہیں لگتا،جس کی وجہ سے شوہر بیوی کی زِندگی میں خوش حالی نہیں آپاتی۔

کچھ خواتین تو حالتِ حمل میں بھی بار بار میکے آنا جانا کرتی ہیں،جس کے نتیجے میں وہ اپنے حمل کو ضائع کر بیٹھتی ہیں اور ایک جان دنیا میں آنے سے پہلے پیٹ ہی میں دم توڑ دیتی ہے،لیکن ہماری ماں بہنوں کو اِس بات کا احساس تک نہیں ہوتا۔

شوہر طلاق نہ دے تو بیوی کیا کرے؟

اگر بیوی کے دل میں کسی وجہ سے نفرت پیدا ہو جائے اور وہ شوہر کے ساتھ نہ رہنا چاہے تو وہ حقِّ خلع اِستعمال کر سکتی ہے۔یعنی شوہر سے طلاق مانگ سکتی ہے۔

''سورۂ بقرہ'' میں اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

''فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ.''

ترجمہ:

''پھر اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے،سواُن پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی (خود) کچھ بدلہ دے کر (اِس تکلیف دہ بندھن سے) آزادی لے لے۔''

(بقرہ: آیت ۲۲۹)

شوہر اگر طلاق دے تو بیوی کو دیا ہوا مال واپس لینے سے منع کیا گیا ہے لیکن جب شوہر کی طرف سے کوئی خرابی نہ ہو مگر عورت کسی وجہ سے اُس کے ساتھ نہ رہنا چاہتی ہو تو وہ خلع کا مطالبہ کر سکتی ہے اور علاحدگی کی صورت میں شوہر مہر کی رقم واپس لے سکتا ہے۔

حضرت حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا جو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں کسی وجہ سے دل میں نفرت پیدا ہوئی تو بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر علاحدگی کا مطالبہ کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حقِّ مہر میں ملا ہوا باغ واپس لے کر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو لوٹا دیا اور اُن کے

درمیان علاحدگی کرادی۔

''صحیح بخاری''میں ہے،حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے۔

اَنَّ امْرَاَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اَتَتِ النَّبِيَّ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم! ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَااَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَادِيْنٍ وَلَكِنِّي اَكْرَهُ الْكُفْرَفِي الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم:''اَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهُ؟ قَالَتْ نَعَمْ،قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم:اِقْبَلِ الْحَدِيْقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً.''

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں آ کر کہنے لگی:یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ثابت بن قیس کے اخلاق سے ناراض نہیں اور نہ اُن کے دین پر عیب لگاتی ہوں،مگر میں اِسلام میں آ کر کفرانِ نعمت پسند نہیں کرتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اُن کا باغ (جو حق مہر میں تمھیں ملا تھا)واپس کرو گی؟ وہ بولیں جی ہاں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:باغ لواوراُسے ایک طلاق دے دو۔''

(صحیح بخاری:حدیث4971)

حیض ونفاس والی عورت فاتحہ کا کھانا نہیں بناسکتی؟

آج کل عوام میں یہ بات بہت مشہور ہے کہ جس عورت کا (Period) چل رہا ہو،یعنی وہ حیض یا نفاس کی حالت میں ہو یا جنبی ہوتو ایسی عورت فاتحہ کا کھانا نہیں بنا سکتی،اُس کے ہاتھ کا کھانا پینا حرام ہوجاتا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں بھی عرب کے کفار ومشرکین کی عورتوں کو جب حیض آتا تو وہ اُن کو بالکل الگ تھلگ کردیتے۔اُن کے ساتھ کھانا پینا بند کردیتے۔اُن کو دوسرے کمرے میں سلاتے۔عورت کے پورے وجود ہی کو ناپاک سمجھتے۔نہ وہ کسی چیز کو ہاتھ لگاسکتی تھی نہ کھانا پکاسکتی تھی اور نہ کسی سے مل سکتی تھی۔

لیکن جب پیارے آقا ﷺ اِس دنیا میں تشریف لائے تو زمانۂ جاہلیت کی یہ تمام بے ہودہ رُسومات ختم فرمادیں۔

''صحیح بخاری'' کی رِوایت ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں بیان کرتے ہیں،نبیِ کریم ﷺ مجھے مدینہ منورہ کے کسی راستے میں ملے،اوراُس وقت میں جنبی تھا تو میں ایک طرف ہٹ گیا۔

پھر غسل کیا اورآپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔آپ ﷺ نے فرمایا:اے ابو ہریرہ! تم کہاں تھے؟ عرض کی: میں جنبی تھا۔اور غسل کیے بغیرآپ کی بارگاہ میں بیٹھنا میں نے نا پسند سمجھا۔آپ ﷺ نے فرمایا:سبحان اللہ!مومن کبھی ناپاک نہیں ہوتا۔''

سیِّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

حیض کی حالت میں، میں پانی پیتی پھر اللہ کے رسول ﷺ کو دے دیتی،جس جگہ میرا منھ لگا ہوتا آپ ﷺ وہیں سے منھ لگا کر پیتے اور میں ہڈی سے گوشت کونوچ کر کھاتی پھر آپ ﷺ کو دے دیتی،آپ ﷺ اپنا دہن شریف یعنی منھ اُس جگہ رکھ کر تناول فرماتے اورفرماتی ہیں:میں حائضہ ہوتی تھی،حضور ﷺ میری گود میں تکیہ لگا کر قرآن پڑھتے۔

ایک باراللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ہاتھ بڑھا کر مسجد سے مصلیٰ اٹھا دو، میں نے کہا: میں حائضہ ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا حیض تیرے ہاتھ میں تونہیں؟

(ماخوذ از بہارشریعت: جلد۲)

اِن تمام احادیثِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ حیض ونفاس والی عورتوں کا حیض،ناپاکی اُن کے ہاتھ میں نہیں ہوتی کہ جس سے کھانا ناپاک ہوجائے، بلکہ وہ حکمی طور پر ناپاک ہوتی ہیں،یعنی نمازروزہ وغیرہ نہیں کرسکتیں،قرآن پاک کی تلاوت نہیں کرسکتیں نہ اُسے چھوسکتیں ہیں۔

ہاں کھانا بناسکتی ہیں چاہے فاتحہ کا ہو یا غیرِ فاتحہ کا ہرقسم کھانا بناسکتی ہیں۔ساتھ میں کھا سکتی ہیں،سوسکتی ہیں اورگھر کے تمام اُمور انجام دے سکتی ہیں۔

دُلہن کو قرآن کے سائے میں رُخصت کرنا:

بعض جگہوں پر یہ بھی رسم ہے کہ رُخصتی کے وقت گھر سے دُلہن کے سر پر قرآن پاک پکڑ کر گاڑی تک لے جاتے ہیں۔اِسی کو ''قرآن کے سائے میں دُلہن کو رخصت کرنا کہتے ہیں'' حالاں کہ یہ محض ایک دنیاوی رسم ہے،شریعت میں اِس کی کوئی اصل نہیں۔اور اِس میں قرآن پاک کی بے حرمتی کا بھی اندیشہ ہے۔ایسی رسم سے اِجتناب لازم ہے۔

﴿وظائف﴾

لڑکا پیدا ہونے کا وظیفہ:

حضرت اِبراہیم علیہ السلام نے اولاد پیدا ہونے کے لیے یہ دعا فرمائی۔

''رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ،فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ.''

''اے میرے رب! مجھے نیک بخت اولاد عطا فرما،تو ہم نے اُسے خوش خبری سنائی ایک عقل مند بچے کی۔'' (صافات:آیت ۱۰۰/۱۰۱)

حضرت اِبراہیم علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے اولاد کی دعا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت اِبراہیم علیہ السلام کو تین بشارتیں عطا فرمائیں:

- آپ کے ہاں جو اولاد ہوگی وہ لڑکا ہوگا۔
- وہ بالغ ہونے کی عمر کو پہنچے گا۔
- وہ لڑکا عقلمند اور بُردبار ہوگا۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے اولاد کے لیے یہ دعا فرمائی تھی۔

''رَبِّ لاَ تَذَرْنِي فَرْدًا وَّأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ.''

''اے میرے رب تو مجھے تنہا نہ چھوڑنا اور تو ہی بہتر وارث ہے۔'' (انبیا:آیت ۸۹)

یہ دونوں آیتیں ہر نماز کے بعد ۱۰۰/ بار صدق دل اور سچی نیت سے اللہ تعالیٰ کی جانب لو لگا کر پڑھیں، دعا کے شروع اور آخر میں ۷ بار یا ۱۱/ بار درود پاک ضرور پڑھیں۔

اور یہ دعائیں حمل ٹھہرنے کے بعد ۴ مہینے سے پہلے پہلے پڑھیں کیوں کہ چار مہینے کے بعد بچے کے اعضا بن جاتے ہیں، صورت بن جاتی ہے۔

اولاد ہونے کا وظیفہ:

جن میاں بیوی کو بالکل اولاد نہیں ہوتی، حمل ٹھہرتا ہی نہیں وہ مذکورہ طریقے کے مطابق یہ دعائیں پڑھیں، اِنْ شاءاللہ تعالیٰ ضرور اولاد حاصل ہوگی۔ اور یہ دعا بھی ضرور پڑھیں:

''رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً، إِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ.''

''اے پروردگار! اپنی قدرت سے مجھے نیک اولاد عطا کر تو ہی دعا سننے والا ہے۔''

(آل عمران: آیت ۳۸)

حفاظتِ حمل کی دعا:

حفاظتِ حمل کے لیے یہ وظیفہ بہت ہی زیادہ مؤثر ہے ''سورۂ انبیا'' کی آیت نمبر ۹۱-۹۲

''وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَا آيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ. إِنَّ هٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ. وَتَقَطَّعُوْا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ كُلٌّ إِلَيْنَا رَاجِعُوْنَ.''

حفاظتِ حمل اور بچہ صحیح وسالم پیدا ہونے کے لیے یہ دونوں آیتیں کسی کاغذ وغیرہ پر لکھ لیں اور پھر اُس کاغذ کو کسی کپڑے وغیرہ میں اچھی طرح سل لیں یعنی تعویذ بنالیں۔

جب بیوی کو حمل ٹھہر جائے تو شروع حمل ہی میں چالیس دنوں تک اپنی حاملہ بیوی کے بازو یا گلے میں یہ تعویذ باندھ دیں۔

چالیس دن کے بعد اِس تعویذ کو اُتار لیں۔ جب نواں مہینہ شروع ہو تو اِس تعویذ کو پھر

سے باندھ دیں۔جب بچے کی پیدائش ہوجائے تو یہ تعویذ کھول کر بچہ کے گلے میں باندھ دیں۔اِن شاءاللہ تعالیٰ بچہ صحیح سلامت رہے گا۔

اِس کے علاوہ حاملہ خاتون دورانِ حمل روزانہ سورہ مریم کی تلاوت بھی کرتی رہے۔ اِن شاءاللہ تعالیٰ اِس کی برکت سے بھی حمل محفوظ رہے گا۔

وِلادت میں آسانی کا وظیفہ (Normal Delivery):

''سورۂ اِنشقاق'' کی آیت نمبر۴/اور آیت نمبر۵

''وَ أَلْقَتْ مَافِيْهَاوَ تَخَلَّتْ. وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَاوَ حُقَّتْ.''

''اور (زمین) اپنے جگر پارے کونکال دے گی اور خالی ہوجائے گی اور اپنے رب کا حکم سنے گی اور اُس پر یہی حق ہے''

حاملہ عورت یہ دونوں آیت کریمہ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ، یا فجر اور عشا کی نماز کے بعد 11 مرتبہ، یا جتنا زِیادہ ہوسکے پڑھے، اگر مسئلہ مشکل ہوتو پورے دن باوضو رہ کر یہ دونوں آیتیں پڑھتی رہے۔

گھر کے دوسرے افراد بھی اِس دعا کو پڑھ سکتے ہیں، خاص کر جب وِلادت کا وقت قریب ہوتو گھر کے لوگ یہ دونوں آیتوں کا وِرد اُس وقت تک کرتے رہیں جب تک بچے کی وِلادت ہو نہ جائے۔

اِس کے علاوہ یہ دونوں آیتیں 11 مرتبہ پڑھ کر کھانے پینے کی کسی چیز پر دم کر کے اگر حاملہ عورت کو کھلا پلا دیا جائے تو اِن شاءاللہ تعالیٰ بآسانی وِلادت ہوجائے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے تمام مسلمانوں کو سنتِ مصطفیٰ ﷺ کے مطابق نکاح کرنے توفیق عطا فرمائے۔تمام مسلمانوں کو نکاح کی غلط رُسومات سے بچائے۔

آمین بجاہ النبی المرسلین ﷺ۔

مآخذ ومراجع

کتاب	مصنف	وفات	مطبع	اشاعت
القرآن				
صحیح البخاری	محمد بن اسماعیل بخاری	256ھ	دار طوق النجاۃ	1422ھ
صحیح مسلم	مسلم بن حجاج قشیری	261ھ	دار احیاء التراث، بیروت	-
سنن الترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی	279ھ	دار احیاء الکتب العربیہ	1975ء
سنن ابی داؤد	سلیمان بن اشعث سجستانی	275ھ	المکتبۃ العصریہ بیروت	-
سنن ابن ماجہ	محمد بن یزید ابن ماجہ	273ھ	دار احیاء الکتب العربیہ	-
سنن نسائی	احمد بن شعیب نسائی	303ھ	مکتب المطبوعات الاسلامیہ	1406ھ
مسند احمد ابن حنبل	احمد بن محمد بن حنبل	241ھ	مؤسسۃ الرسالہ	2001ء
المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد طبرانی	360ھ	دار الحرمین، قاہرہ	-
صحیح ابن حبان	محمد بن حبان بن احمد دارمی	354ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت	1408ھ
المستدرک علی الصحیحین	محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری	405ھ	مصطفیٰ عبدالقادر عطا	1411ھ
مصنف ابن ابی شیبہ	ابوبکر ابن ابی شیبہ	235ھ	مکتبۃ الرشد، ریاض	1409ھ
سنن دار قطنی	علی بن عمر بن احمد دار قطنی	385ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت	1424ھ
سنن کبریٰ للبیہقی	احمد بن حسین ابوبکر بیہقی	458ھ	دار الکتب العربیہ، بیروت	2003ء
السنن الصغیر	احمد بن حسین ابوبکر بیہقی	458ھ	جامعۃ الدراسات، باکستان	1410ھ
مصنف عبدالرزاق	عبدالرزاق بن ہمام صنعانی	211ھ	المکتب الاسلامی، بیروت	1403ھ
حلیۃ الاولیا وطبقات الاصفیا	احمد بن عبداللہ اصبہانی	430ھ	دار الکتاب العربی، بیروت	1409ھ
المنتخب من مسند عبد بن حمید	عبدالحمید بن حمید نصر	249ھ	مکتبۃ السنۃ، قاہرہ	1408ھ
مسند الشہاب القضاعی	محمد بن سلامہ بن جعفر قضاعی	454ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت	1407ھ

مسند البزار	احمد بن عمرو البزار	292ھ	مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ	1988ء
الدعاء للطبرانی	سلیمان بن احمد طبرانی	360ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت	1413ھ
عمدۃ القاری	محمود بن احمد بدرالدین عینی	855ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت	-
شرح النووی علیٰ مسلم	محی الدین یحیٰ بن شرف	676ھ	داراحیاء التراث، بیروت	1392ھ
مرقاۃ المفاتیح	علی بن محمد قاری	1014ھ	دارالفکر، بیروت	2020ء
التفسیر الکبیر للرازی	محمد بن عمر فخرالدین رازی	606ھ	داراحیاء التراث، بیروت	1420ھ
المحیط البرہانی	برہانی الدین محمود بن احمد	616ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت	1424ھ
تبیین الحقائق	عثمان بن علی فخرالدین زیلعی	743ھ	المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ، قاہرہ	1313ھ
بدائع الصنائع	علاؤالدین ابوبکر الکاسانی	587ھ	دارالکتب العلمیہ	1406ھ
البحر الرائق	زین الدین ابن نجیم مصری	970ھ	دارالکتاب الاسلامی	-
ردالمحتار	محمد امین بن عمر ابن عابدین	1252ھ	دارالفکر، بیروت	1412ھ
فتاوی ہندیہ	علماء بریاست نظام الدین	-	دارالفکر	1310ھ
العنایہ شرح ہدایہ	محمد بن محمد جلال الدین رومی	786ھ	دارالفکر	-
الفقہ الاسلامی وادلتہ	وَہبہ بن مصطفیٰ زحیلی	-	دارالفکر	-
الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ	مجموعۃ من المؤلفین	-	وزارۃ الاوقاف، کویت	1404ھ
فتاوی رضویہ	امام احمد رضا خان	1340ھ	رضا فاؤنڈیشن لاہور	1427ھ
ضیاء القرآن	پیر کرم شاہ ازہری		ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور	1995ء
خزائن العرفان	صدرالافاضل نعیم الدین	1367ھ	مکتبۃ المدینہ دعوت اسلامی	-
مرأۃ المناجیح	مفتی احمد یار خاں نعیمی	1391ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور	-
شرح صحیح مسلم لسعیدی	علامہ غلام رسول سعیدی	2016ء	ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور	1423ھ
تاریخ الخلفاء	امام جلال الدین سیوطی	911ھ	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور	2002ء

لسان العرب	محمد بن مکرم بن علی افریقی	711ھ	دار صادر، بیروت	1414ھ
احیاء العلوم	امام غزالی	505ھ	دار الاشاعت، کراچی	-
کیمیائے سعادت	امام غزالی	505ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور	-
غنیۃ الطالبین	شیخ عبد القادر جیلانی	561ھ	مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی	-
بستان العارفین	فقیہ ابو اللیث سمرقندی	375ھ	-	1436ھ
مدارج النبوۃ	عبد الحق محدث دہلوی	1052ھ	کانپور، انڈیا	1877ء
بہار شریعت	صدر الشریعہ اعظمی	1367ھ	مکتبۃ المدینہ، فیضان مدینہ	2008ء
مجلس شرعی کے فیصلے	ترتیب مفتی نظام الدین	-	مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ	1435ھ